

بچوں اور نوجوانوں کیلئے تاریخی، اصلاحی اور دینی

ذخیرہ قصص



عالی جناب مولانا مظاہر حسین صاحب قبلہ

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباس، لکھنؤ-۳ (انڈیا)

بچوں اور نوجوانوں کیلئے تاریخی، اصلاحی اور دینی

ذخیرہ قصص

مرتبہ

عالی جناب مولانا مظاہر حسین صاحب قبلہ

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : ذخیرہ قصص
مرتبہ : مظاہر حسین مظفر نگری
ناشر : عباس بک ایجنسی، لکھنؤ-۳
کتابت : نصیب علی
سنہ طباعت : جنوری ۲۰۰۳ء
تعداد : ایک ہزار
ہدیہ : ۲۵ روپیہ

ملنے کا پتہ:

عباس بک ایجنسی - رستم نگر درگاہ حضرت عباس لکھنؤ

فون نمبر: 2647590, 2001816

فیکس نمبر: 2647910-2261954

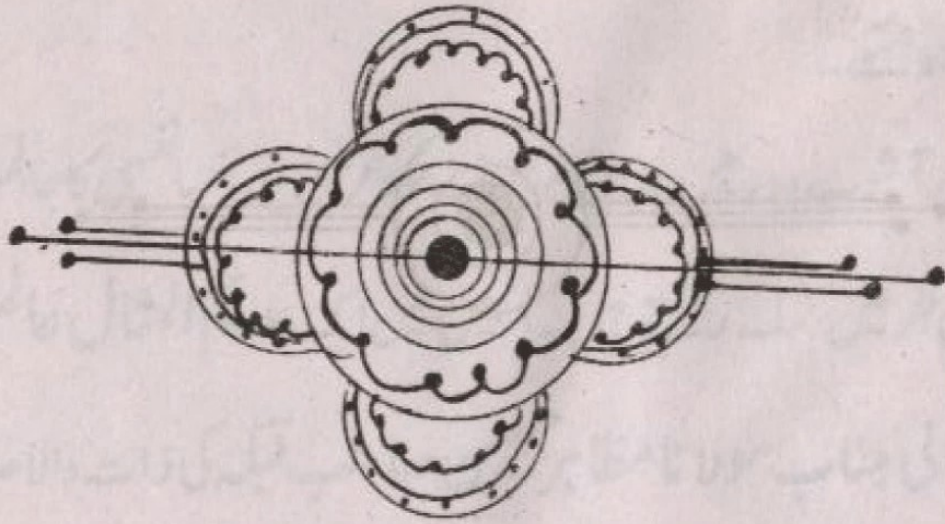
مکتبہ احسنیہ دارالکتاب والادب لکھنؤ

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۱	انتساب	۶	ایک جوان کی فریاد	۲۹
۲	ذخیرہ قصصِ حضرت کا دریا	۷	گائے نے گدھے کو مار ڈالا	۳۱
۳	پیش لفظ	۹	بابرکت گویند	۳۲
۴	اپنی جنت نہ دیکھ سکا	۱۱	امام حسنؑ اور مرد شامی	۳۵
۵	بوسیدہ ہڈیوں کی فریاد	۱۳	قبر حسینؑ کا نپ اٹھی	۳۶
۶	چھوٹا منہ بڑی بات	۱۵	ایک قیدی کی فرمائش	۳۷
۷	خوبی دیکھو عیب نہیں	۱۷	اب زمانہ کیسا ہے	۳۸
۸	حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت	۱۸	پرانی گڈ رسی	۴۲
۹	مومن کی خاطر نبیؐ کی بعثت	۱۹	خوفناک خواب	۴۳
۱۰	جنوں کا جزیرہ	۲۰	ایک گھر سزا رہا باسی	۴۴
۱۱	یا علیؑ مدد	۲۳	ابو حنیفہ کا امتحان	۴۵
۱۲	پتھر کے نیچے چشمہ آب	۲۵	ابو حنیفہ اور ایک کمسن بچہ	۴۶
۱۳	عدالت کے کہڑے میں	۲۶	امام رضاؑ سے چڑیوں کی فریاد	۴۸
۱۴	امتیاز جتنا بے جا ہے	۲۸	خانہ امام رضاؑ میں مجلس سید الشہداء	۴۹

صفحہ	عنوان	صفحہ	صفحہ	عنوان	صفحہ
۷۵	روزِ محشر میری آنکھوں کے سامنے ہے	۴۶	۵۰	آنکھوٹھی اور جنوں کا ہدیہ	۲۹
۷۷	باپ دنیا کا عاشق اور بیٹا بیزار	۴۷	۵۲	ایک نگ جو دو ٹکڑے ہو گیا تھا	۳۰
۸۰	افسوس کہ میں پہچان نہ سکا	۴۸	۵۴	قیدی کی رہائی	۳۱
۸۲	ایک پرندہ سے بادشاہ متاثر	۴۹	۵۶	ڈھول کا پول کیسے کھلا	۳۲
۸۴	بے حیا عابد با حیا کتا	۵۰	۵۸	انقلاب مہدی کا پیش خیمہ	۳۳
۸۶	حسرت کا زہر	۵۱	۶۰	علامہ علیؑ اور ایک ہزر گوار	۳۴
۸۷	پُر خوری کا انجام	۵۲	۶۱	ابھی ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں گئی	۳۵
۸۸	صدقہ دو امان میں رہو	۵۳	۶۲	قبر کلینی میں شیر خوار بچہ	۳۶
۸۹	ایک پیالے سے تقدیر بدل گئی	۵۴	۶۳	شیخ انصاری دام شیطان بچ نکلے	۳۷
۹۰	میں نے شیطان کی ماں کو دکھا ہے	۵۵	۶۴	آشوب چشم سے ہمیشہ کیلئے نجات	۳۸
۹۱	حقیقی حاجی	۵۶	۶۵	اعجاز عرف پھالی کی سچی داستان	۳۹
۹۲	حقیقی عمر کیا ہے	۵۷	۶۶	منحور و سپاہی کو سزا	۴۰
۹۳	علم انسان کا زیور ہے	۵۸	۶۷	شاہ اسماعیل قبرِ حر پر	۴۱
۹۴	پڑوسی کی شکایت	۵۹	۶۹	کورماد زرد کو چشم بینا مل گئی	۴۲
۹۵	بہو کو تنبیہ	۶۰	۷۰	ایک جنگجو خاتون	۴۳
۹۶	زمیندار اور اس کا نوکر	۶۱	۷۲	صفیہ اسلام کی عظیم خاتون	۴۴
۹۷	اپنے ہی ہتھ پر معاویہ خاموش	۶۲	۷۴	ایک انوکھا تجربہ	۴۵

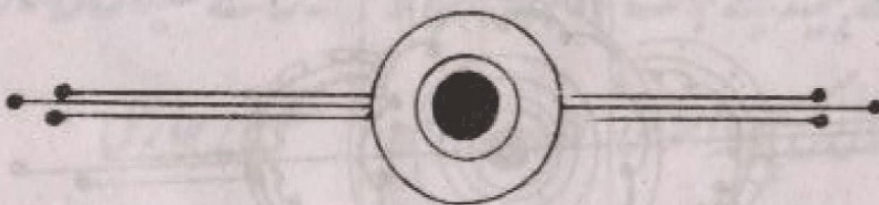
صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۱۰۶	خلیفہ کی قیمت	۷۹	داروغہ جی کی شہنشاہی	۶۳
۱۰۷	چور سے ہوشیار	۸۰	غور کا سر نیچا	۶۴
۱۰۸	شیطان پانی میں	۸۱	شہرت کا بہکاری	۶۵
۱۰۹	کون زیادہ بُرا ہے	۸۲	داروغہ میں تنکا	۶۶
۱۱۰	رمضان کیسے گیا	۸۳	اہستہ بولو کہیں کتے نہ سن لیں	۶۷
۱۱۱	ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ	۸۴	بہلول دانا اور ایک چور	۶۸
۱۱۲	مناہج کتاب	۸۵	عیب دار ترازو	۶۹



اتسار

قوم و ملت کے عزیز نوجوانوں کے نام جو دین و مذہب کے
مستقبل کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

منظاہر



معرفت کا دریا ہے

کہانی اور قصے انسانی سماج کی دلچسپیوں کا محور ہوا کرتے ہیں۔ خاص طور پر کہانیاں بچوں کی توجہ کا مرکز ہوا کرتی ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب بعض ادیبوں نے اپنے تخیلات کو کہانی کی قالب میں ڈھال کر بہت ہی خوبصورت اور دل آویز داستانیں وضع کیں۔ جو اپنی مقبولیت کی بنیاد پر آج بھی زبان زد خاص و عام ہیں۔ جیسے ”طوطا مینا“۔ ”گل بکاولی“۔ ”گل صنوبر“۔ ”الف لیلا“۔ ”علی بابا چالیس چور“ وغیرہ وغیرہ۔

مگر ان فرضی اور قیاسی داستانوں سے انسانی زندگی کو بہتر نہیں بنایا جاسکتا۔ انسانی برادری کی فلاح و بہبودی کے لئے ایسی واقعات سپرد قلم ہوں جن میں اخلاقی اقدار کی بلندی، ایمان کی پختگی، ایثار و وفا کی چاشنی، حیات انسانی کی سچائی، معرفت الہی، سیرت اہل بیت کی روشنی، حسن عمل کی پاکیزگی اور علم حقیقی کی نورانیت کا ”ذخیرہ“ موجود ہو۔ جس سے اسلامی سماج اور انسانی معاشرے کی ترقی کی راہ ہموار ہو سکے۔

الحمد للہ! اس پر آشوب دور میں جہاں ہر طرف خود غرضی اور نفسا نفسی کا عالم ہے کچھ حق شناس فلاح ملت اسلامیہ کی فکر میں منہمک رہتے ہیں۔ انہیں میں ایک عدیم المثال عالم باعمل، صاحب ورع، معلم عربی عالی جناب مولانا مظاہر حسین صاحب قبلہ کی ذات والا صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ شہر میرٹھ کے تاریخی مایہ ناز ادارہ ”منصبیہ عربی کالج“ کے بہترین اساتذہ میں شمار کئے

جاتے ہیں۔ اس سے قبل حوزہ علمیہ امام حسینؑ مظفرنگر، میں بھی تدریس کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آپ نے ملت جعفریہ کے جوانوں اور بچوں کی فلاح کی خاطر اصلاحی قدم اٹھایا، اور بڑی عرق ریزی کے بعد ”ذخیرہ قصص“ مرتب فرمائی۔ جس میں ۷۰ سے زائد سچے اسلامی اخلاقی، سبق آموز قصے واقعات اور مکالمے تحریر کئے۔ جنہیں پڑھ کر خود صاحبان مطالعہ اپنی بصیرت و روشن فکری سے اپنے اعمال کی اصلاح کر کے اپنا کردار بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔

www.kitabmart.in

ہر عنوان اور ہر واقعہ اخلاق و معارف کا وہ بے بہا خزانہ لئے ہوئے ہے جو لائق ستائش اور اپنی مثال آپ ہے۔ بعض واقعات بالکل نئے ہیں۔ جنہیں بہت پہلے منظر عام پر آنا چاہیے تھا۔ یہ کتاب جہاں اخلاقیات سنوارتی ہے وہی سچی معلومات کا بہر ذخار بھی ہے۔ جو قوم کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ مولانا موصوف ایک اچھے صاحب قلم، عالم دین ہیں۔ انکی آئندہ کاوش ”مردانِ تاریخ“ اور ”زنانِ تاریخ“ بھی عظیم شاہکار ہوں گی۔ جن میں مذہب اسلام کے مایہ ناز بہادر مرد و خواتین کا ذکر۔ بہا معتبر حوالہ جات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ آئندہ آنے والی یہ کتابیں بھی معرفت کا سمندر اور حقیقی معلومات کا انمول خزانہ ہوں گی۔ خدا کرے یہ کتابیں بہت جلد منظر عام پر آئیں۔ آمین۔

خداوند منان بحق چہار دہ معصومینؑ مولانا موصوف کی پاکیزہ کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کے درجات عالیہ میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین

گدائے دراہل بیت

انیس میرٹھی

قیصر گنج، میرٹھ شہر

۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء

پیش لفظ

عام طور سے عقلی اور استدلالی مسائل ذہن سے نکل جاتے ہیں لیکن واقعات و قصص ذہن میں اپنا نقش ضرور چھوڑ جاتے ہیں، پیش نظر کتاب سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات و قصص کا ذخیرہ ہے جو اردو، فارسی اور عربی میں تحریر شدہ تاریخی، اخلاقی اور دینی مشہور کتابوں سے خوشہ چینی کیا گیا ہے۔

تمتع زیر گوشہ اسی یا فہم — زیر خسر منی خوشہ اسی یا فہم
 حقیر جب ۱۹۹۷ء میں حوزہ علمیہ امام حسینؑ - مظفرنگر - میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا تو مذکورہ ادارے سے ملحقہ مدارس کیلئے پانچویں کلاس اردو ریڈر مرتب کی تھیں، اس وقت یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ اپنے عزیز نوجوانوں کے لئے ایک اصطلاحی، علمی، اخلاقی اور دینی قصص و واقعات کا مجموعہ پیش کروں گا خدا کا شکر ہے کہ آج اس مجموعہ کو اپنے عزیز نوجوانوں کے سپرد کر رہا ہوں۔

اس مجموعہ میں انبیاء کرامؑ کے واقعات، ائمہ معصومینؑ کے کردار و سیرت کی جھلکیاں علماء و بزرگان دین کے حالات، حقائق پر مبنی معجزات و کرامات، سبق آموز لطیف و حکایات درج ہیں۔ مطالب نہایت آسان اور سادہ زبان میں ہیں، تنقید و تعقید یا قصوں کے ننگ کی تصویر پاتا تھا نہیں سے گریز کیا ہے بلکہ اس مرحلے کو خود محترم قارئین پر چھوڑ دیا ہے۔

عام طور سے اسان طولانی بالوں سے جلد بھرا جاتا ہے اس لئے بعض واقعات و قصے
کو مختصر یا کہیں کہیں حوالوں کی اصلی عبارت میں قدرے تصرف کیا ہے۔

تجربہ و اطمینان کیلئے بہت سے واقعات و قصے میں نے اپنے بچوں کو بھی سنائے
آج بھی ان کا اصرار رہتا ہے، بزرگ حضرات بھی انہیں پڑھ کر قصہ، کہانی کی جگہ اپنے بچوں
کو سنا سکتے ہیں، اس سے ان کی دینی و اخلاقی معلومات میں اضافہ ہو گا۔

بجا ہے کہ میں یہاں اپنے ان محترم دوستوں کا بھی شکریہ ادا کروں جنہوں نے اس کتاب
پر نظر ثانی کی اور طباعت میں مراد علوان فرمایا۔
www.kitabmart.in

میں نے حتی الامکان یہی کوشش کی ہے کہ کتاب کے کسی گوشہ میں کوئی کمی بیشی واقع نہ ہو،
لیکن پھر بھی صاحبانِ نقد و نظر سے گزارش ہے کہ اگر کتاب کے کسی حصہ میں کوئی ایسا موردِ نظر آئے
تو چشم پوشی فرما کر حقیر کے علم میں اضافہ فرمائیں۔

آخر میں خداوندِ عالم سے دعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز خدمت کو مصلحِ اعظم حضرت
امام زمانہ اور آپ کے آبا، واجدِ اُدکی بخشودگی کا باعث قرار دے اور مجھے اور میرے محترم
قارئین کو دنیا و آخرت کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام
مظاہر

گڑھی مجھیرہ، میرانپور ضلع مظفرنگر، یوپی
۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

اپنی جنت نہ دیکھ سکا

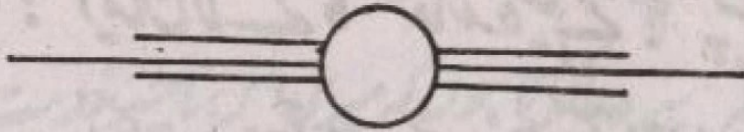
حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں ”عاد“ نام کا ایک شخص تھا اس کے دو بیٹے تھے شدید اور شداد، شدید کے بعد شداد بادشاہ ہوا تو اس نے اتنی ترقی کی کہ چار سو بادشاہ اس کے تحت میں آگئے، اسی اقتدار کی بنیاد پر اس نے نمذالی کا دعویٰ کر دیا، جب اس وقت کے پیغمبر، شداد کی ہدایت کو آئے تو اس نے کہا: ایمان لانے کا فائدہ کیا ہے؟ پیغمبر نے فرمایا: جنت عطا کرے گا۔ شداد نے کہا: جنت تو میں بھی بنا سکتا ہوں۔

غرض شداد نے ایک معتدل آب و ہوا والی زمین تجوینز کی اور ایک لاکھ منروہ لگا کر بہشت بنانا شروع کر دی، اس نے اپنے تحت بادشاہوں کے پاس سے تمام جواہرات اور سیم و زر اکٹھا کر کے اس بہشت میں لگا دیے اور دو سال کے بعد جب یہ تیار ہوئی تو اس کا نام اپنے دادا کے نام پر ”ارم“ رکھا، اس بہشت کی اینٹیں سونے چاندی کی تھیں اور اینٹوں کے شکاف میں موتی، باقوت اور ہیرے جڑے تھے اور فرش مشک و عنبر کا تھا، اس میں ایک ہزار محل تھے جن کے گرد اگر دہزار بالا خانے اور ہزار ایوان تھے ہر محل کے سامنے ایک درخت تھا، جس کی شاخیں سونے کی پٹے زبرجد کے اور خوشے موتیوں کے تھے۔

جب یہ باغ تیار ہوا تو شداد اپنے حشم و خدم کے ساتھ اس کو دیکھنے کے لئے چلا
 جب قسب پہنچا تو اس نے ایک خوفناک آواز سنی اور ایک بھیانک صورت نظر
 آئی، پوچھا: تم کون ہو، جواب ملا: میں ملک الموت ہوں اور تیری روح قبض
 کرنے آیا ہوں۔ شداد نے کہا: اتنی مہلت دو کہ میں اپنا باغ دیکھ لوں، کہا
 ہرگز نہیں۔

www.kitabmart.in

غرض شداد کا ایک پاؤں چوکھٹ پر اور دوسرا اس کے باہر تھا کہ ملک الموت نے
 اس کی روح قبض کر لی اور جنت انگھوں سے اوجھل ہو گئی۔



بوسیدہ ہڈیوں کی فریاد

روایت ہے کہ جب ”حضرت داؤد“ سے ترک اولیٰ سرزد ہوا کو وہ و بیابان میں جا کر آہ وزاری کی تو چلتے چلتے آپ اس پہاڑی پر جا پہنچے، جہاں ایک غار میں جناب ”حزقیل“ معروف عبادت تھے، جب ”حزقیل“ نے پہاڑوں اور حیوانوں کا گریہ سنا تو سمجھ گئے کہ یہ جناب داؤد ہیں جو شریف لارہے ہیں، الغرض جناب داؤد غار کے دھانے پر پہنچے اور آواز دی اے ”حزقیل“ کیا اجازت ہے کہ میں آپ کے پاس آ جاؤں، جناب ”حزقیل“ نے جواب دیا: نہیں کیونکہ آپ ترک اولیٰ کے مرتکب ہو چکے ہیں لیکن اللہ نے انھیں وحی کی کہ ”داؤد“ کو ترک اولیٰ کی وجہ سے سرزنش نہ کرو، بلکہ ہم سے ان کے لئے غفور و عافیت طلب کرو، کیونکہ ہم جب کسی کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تو اس سے خطا ضرور سرزد ہوتی ہے۔

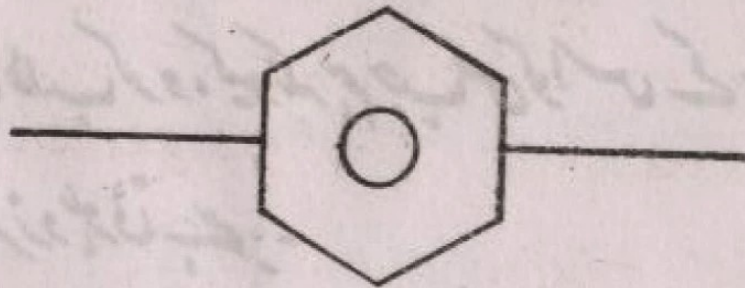
جناب ”حزقیل“ نے حضرت داؤد کو آنے کی اجازت دی، جناب داؤد قریب پہنچے اور پوچھا: اے ”حزقیل“ کیا آپ نے کبھی گناہ کا ارادہ کیا ہے؟ نہیں پوچھا: کبھی غرور میں مبتلا ہوئے ہیں؟ جواب دیا: نہیں پھر پوچھا: کیا دنیا اور اس کی لذتوں پر آپ کا دل آتا ہے؟ کہا: ہاں پوچھا: پھر آپ اس کا کیا علاج کرتے ہیں! فرمایا غار کے شگاف میں داخل ہو جانا ہوں اور جو کچھ وہاں دیکھتا ہوں اسے سیرت

لیتا ہوں،،

جناب داؤد جب غار کے شکاف میں داخل ہوئے تو دیکھا، ایک لوہے کا تخت ہے جس پر بوسیدہ بڑیلی پڑی ہیں اور ایک انہی تختی اس کے نزدیک رکھ ہے جس پر یہ عبارت تحریر ہے:

(میرا نام اروائی ابن شلم ہے) میں نے ہزار سال حکومت کی، ہزار شہر آباد کئے اور ہزار دوشیزاؤں سے شادی رچائی، لیکن میرا انجام دیکھو کہ بستر خاک اور تکیہ پتھر کا ہے اور جسم کیڑوں مکوڑوں کی آماج گاہ بنا ہوا ہے لہذا جو کوئی مجھے دیکھے دنیا کا قریب نہ کھائے۔

ع آخری جس کا ٹھکانہ ایک مٹھی خاک ہو
کیوں بنائے زندگی میں قصر وہ گردوں شکاف



چھوٹا منہ بڑی بات

ایک چڑے نے اپنی چڑیا سے کہا، تو مجھے خاطر میں نہیں لائے تھے نہیں معلوم کہ اگر میں چاہوں تو گنبدِ سلیمان کو اپنی چونچ میں بھر کر دریا میں ڈال دوں! بھوانے یہ بات حضرت سلیمان پیغمبرؑ تک پہنچا دی، آپ مسکرائے اور دونوں کو اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا اور چڑے سے پوچھا، تو نے اتنا بڑا دعویٰ کیوں کیا ہے، کیا واقعی تو ایسا کر سکتا ہے؟ چڑے نے کہا، یا نبی اللہؐ ہر گز نہیں، لیکن ہر ایک اپنی بیوی کے سامنے خود کو بڑا پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی تعریف میں زمین و آسمان ایک کر دیتا ہے اس لئے عاشق اپنی باتوں کے سبب قابلِ مذمت نہیں ہوتا۔

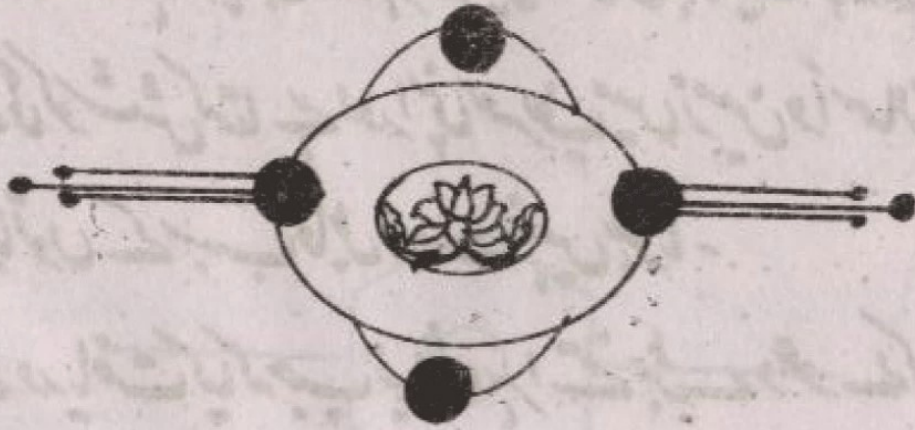
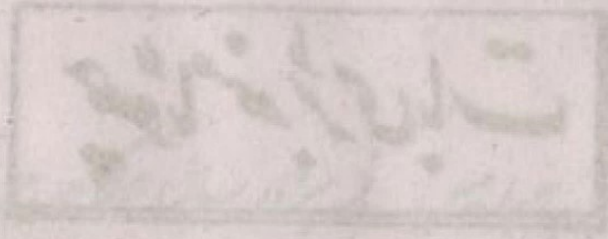
حضرت نے چڑیا سے دریافت کیا کہ جب تیرا شوہر اتنے بڑے دعوے کرتا ہے تو پھر اس عدمِ توجہی اور روگردانی کی کیا وجہ ہے؟

چڑیا نے کہا: یا نبی اللہؐ یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور ہر گز مجھ سے محبت نہیں کرتا بلکہ میرے علاوہ کسی اور کی محبت میں گرفتار ہے پھر آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ کیا محبوب کی محبت کے ساتھ غیر کی محبت جمع ہو سکتی ہے؟

سلیمان پیغمبرؑ چڑیا کی بات سے بہت متاثر ہوئے اور کپ پر وقت ماری ہو گئی، چالیس دن تک عبادت گاہ سے باہر نہیں آئے اور گریہ و زاری کے ساتھ خدا کے حضور

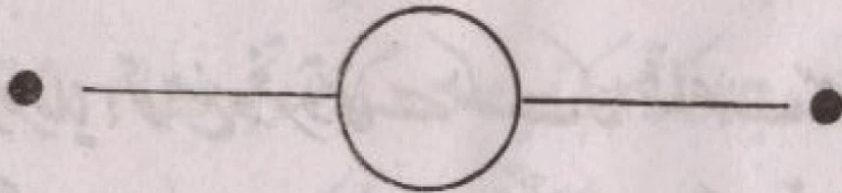
میں یہ دعا کرتے رہے :-

”پروردگار! میرے دل کو کسی غیر کی محبت سے پاک رکھ اور صرف اپنی دوستی و محبت سے ہی مخصوص فرما۔“



خوبی دیکھو، عیب نہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ اپنے حواریوں کے ساتھ ایک راستے سے گزرے تو دیکھا ایک مرا ہوا کتا پڑا ہے، جس کے سڑنے سے بدبو پھیلی ہوئی ہے، حواریوں نے کہا اس کتے سے کس قدر بو آرہی ہے کہ فضا آلودہ ہو گئی ہے، حضرت نے فرمایا: اس کے دانت نہیں دیکھے تھے کہ کس قدر سفید اور خوبصورت ہیں! مطلب یہ تھا کہ لوگوں کے عیب مت دیکھو بلکہ ان کی خوبیوں کو بھی پیش نظر رکھو تاکہ دوسرے بھی تمہارے عیب زبان پر نہ لائیں۔



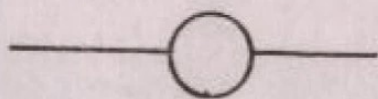
حضرت عیسیٰ کی نصیحت

ایک روز جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: میری ایک حاجت ہے کیا تم لوگ اُسے پورا کر سکتے ہو؟ حواریں نے کہا: یا حضرت آپ کا حکم سرانگموں پر فرمائیے تو صبح کیا حکم ہے؟

حضرت عیسیٰ اپنی جگہ سے اٹھے اور انکے پردھونے لگے، حواریں نے کہا: یا بنی اللہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ایک عالم کے لئے زیادہ سزاوار ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کرے، میں نے تواضع و انگاری کا ایک نمونہ پیش کیا ہے تاکہ میرے بعد تم بھی لوگوں کے ساتھ انگاری سے پیش آؤ۔

اس کے بعد فرمایا: تواضع و فروتنی سے حکمت کی اشاعت ہوتی ہے، تکبر و نخوت سے نہیں، جس طرح گھاس نرم اور سموار زمین میں اگتی ہے سنگلاخ میں نہیں۔



مومن کی خاطر نبی کی بخت

ایک ظالم بادشاہ سیر و تفریح کے لیے جنگل میں نکلا اس کا گزر ایک سرسبز و شاداب زمین سے ہوا جو کس مومن کی تھی، بادشاہ کو یہ زمین پسند آئی، اپنے وزیروں سے پوچھا: یہ زمین کس کی ہے انھوں نے بتایا کہ فلاں مومن کی ہے، بادشاہ نے بلا کر جب مومن سے زمین کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا میرے بچے اس زمین کے تجھ سے زیادہ محتاج ہیں، اس پر بادشاہ کی آنکھوں میں شرارے اُتر آئے اور ایک خطرناک منصوبے کے تحت اس مومن خدا کو قتل کرادیا، اور زمین پر قابض ہو کر اس کے بچوں کو محتاج بنادیا۔

خداوند عالم نے جب اس ظالم و جبار بادشاہ کی یہ حرکت دیکھی تو غضبناک ہوا اور اس کے مقابلہ کے لئے جناب ادریسؑ کو مبعوث فرمایا اور وحی کی کہ اس ظالم و جابر کے پاس جا کر کہو کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم کہ قیامت کے دن تجھ سے اس مومن کا انتقام لوں گا اور دنیا میں تیری بادشاہت مٹا دوں گا، تیرے شہر کو برباد اور تیری عزت خاک میں ملا دوں گا اور تیری عورت کا گوشت کتوں کو کھلاؤں گا کیا میرے ظلم اور برداشت نے مجھے اتنا مغرور کر دیا ہے کہ ہمارے خالص بندوں کا خون بہائے؟ جناب ادریسؑ نے یہ پیغام پہنچا دیا اور کچھ مدت بعد وعدہ حق پورا ہو گیا۔

جنوں کا جزیرہ

شیخ یوسف بحرینی ابن جوزی کی کتاب الوعظ سے نقل فرماتے ہیں کہ محمد ابن ادریس کاہل
ہے کہ ایک روز میں نے ایک پاوری کو دیکھا جو خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت
ہوئی اور اس سے اپنے آبائی دین عیسائیت سے روگردانی اور اسلام اختیار کرنے کا سبب پوچھا
تو اس نے یہ عبرتناک واقعہ سنایا:

ایک روز میں کشتی میں بیٹھا دریائی سیر کر رہا تھا کہ ناگہاں کشتی کو ایک جھٹکار گھا اور دیکھتے
ہی دیکھتے اس کے پرچے اڑ گئے، لوگ ڈوبنے لگے اور میں سنبھل کر ایک تختہ پر
سہارا لینے میں کامیاب ہو گیا اور پھر موجوں کے تھپیڑوں نے مجھ، ایک جزیرہ پر پہنچا دیا جو
بڑا سرسبز و شاداب اور پھل دار درختوں سے گھرا ہوا تھا۔

میں دریا سے نکل آیا اور کچھ دوڑ بچ کر ایک پھل دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اس کے
پھل بڑے میٹھے رسیلے اور خوش ذائقہ تھے، قریب سے ایک ندی بھی بہہ رہی تھی جس کا پانی
نہایت صاف و شفاف تھا، میں نے پھلوں سے بھوک اور ندی کے پانی سے اپنی پیاس بجھ
اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کی کہ میں بخیر و عافیت اپنے گھر پہنچ جاؤں۔

غرض شام ہو گئی، اندھیرا چھانے لگا اور میں درندوں کے خوف سے ایک پیڑ کی چوٹی
پر جا بیٹھا، ابھی آدھی رات بھی نہ گزری تھی کہ اچانک دریائی سطح پر میں نے ایک عجیب و غریب
جانور کو دیکھا جو تسبیح خدا کر رہا تھا اور اپنی دعائیں یہ کلمات ادا کر رہا تھا:

اللہ ، محمد ، علی ، فاطمہ ، حسن ، حسین

وہ یہ کلمات ادا کرتا رہا یہاں تک صبح ہو گئی، پھر اس نے دوسری دعا شروع کی
اس میں بھی انہیں کلمات کا ورد کرتا رہا تھا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

میں درخت سے نیچے اتر آیا اور ایک جھیل سے گزرتا ہوا ایلیان میں نکل آیا یہاں بھی میں
نے ایک جانور کو دیکھا کہ جس کا سر شتر مرغ، پیراؤنٹ، دم مچھلی اور چہرہ انسان کی شکل
کا تھا، میں نے جب یہ دیکھا تو خوف سے لڑا اٹھا اور جان بچانے کی غرض سے راہ فرار
اختیار کی لیکن وہ آگے بڑھا اور میری زبان میں بولا :

ٹھہر جاؤ اور آگے مت بڑھو!

میں ٹھہر گیا، اس نے میرا دین پوچھا، میں نے جواب دیا میں عیسائی ہوں! حیوان
نے کہا: اب تم ایسی سرزمین پر آگئے ہو جہاں قوم جن کے مومنین آباد ہیں، لہذا اگر اپنی نجات چاہتے
ہو تو اسلام لاؤ اور ایمان اختیار کرو۔

میں نے پوچھا: وہ کیسے؟

کہا: کلمہ شہادتین پڑھو، حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار کرو، نماز پڑھو اور اہلبیت
طہار کے دشمنوں سے بیزاری کرو۔

میں نے پوچھا: یہ دین اور اس کے احکام تمہیں کہاں سے حاصل ہوئے؟

کہا: ہمارے بزرگان قوم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضورؐ نے
فرمایا: قیامت کے دن بہشت فریاد کرے گی کہ خدایا! تیرا وعدہ ہے کہ تو میرے ستونوں

کو مضبوط بنائے گا اور کچھ انوار مقدسہ سے مجھے مزین کرے گا لہذا اب اپنا وعدہ پورا فرما۔

اس کے جواب میں خدا فرمائے گا: اے جنت جا میں نے تیرے ستون مضبوط کئے

اور اپنے جیب کی بیٹی فاطمہؑ، اس کے شوہر علیؑ اور دونوں بیٹے حسنینؑ کے انوارِ مقدس سے تجھے مزین کیا۔

یہ سن کر ہماری قوم کے بزرگوں نے ان انوارِ مقدسہ کی محبت کو اپنے دل میں بسالیا اور اس طرح ہم دینِ اسلام سے مشرف ہو گئے،

پادری کا بیان سے کہ جب میں نے یہ سنا تو میری زبان پر خود بخود کلمہ جاری ہو گیا اور پنجن پاک کی محبت سے دل لرز ہو گیا۔

اس کے بعد اس جن نے مجھے کشتی میں بٹھایا جس میں بارہ عیسائی سوار تھے میں نے اخیر اپنی داستانِ سنائی تو وہ بھی ایمان لائے اس طرح میں صبح و سالم اپنے گھر آ گیا۔



یا علی مدد

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں مناجات کرتے ہوئے کہا: بار الہا، مجھے ایسا اسم اعظم تعلیم فرما جو دنیا و آخرت کی سعادت کا ضامن ہو، آواز آئی! اے موسیٰ! کل فلاں مقام پر جاؤ تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی!

چنانچہ صبح ہوتے ہی حضرت موسیٰؑ اس جگہ پہنچے اور چاروں طرف دیکھا، کچھ دکھائی نہ دیا تھوڑی دیر بعد اچانک آپؑ کی نظر ایک سنگریزہ پر جا بھری جو نہایت صاف و شفاف اور چمکدار تھا آواز آئی، اے موسیٰ! یہ پتھر اٹھاؤ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰؑ پتھر کی طرف بڑھے اور اسے اٹھانا چاہا مگر اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے، آپکو بڑی حیرت ہوئی اور دل میں کہا: عجیب بات ہے کہ موسیٰ جیسا اللہ کا بنی، صاحبِ توریت اور کلیمِ خدا اس چھوٹے سے پتھر کو نہ اٹھا سکا!

جناب موسیٰؑ نے دوبارہ ہاتھ بڑھائے اور پتھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی کامیاب نہ ہو سکے فرمایا: اے پتھر کیا تو مجھے نہیں جانتا! میں موسیٰ کلیمِ خدا اور اللہ کا بنی ہوں، وہی موسیٰؑ جس نے بحکمِ خدا پتھر پر اپنا عصا مارا تو پتھر جوڑ جوڑ ہو گیا اور پانی کے بارہ چشمے بھوٹ پڑے فرعون کے دربار میں زمین پر پھینکا تو اڑھا بن گیا اور جادو گروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا، وہی موسیٰؑ جو یدِ بھضیا کا مالک بنا اور توحہ جزی کے فرعون اور اس کی قوم والوں کے پاس گیا، لیکن تو

اسی موسیٰ کے سامنے اتنی جرات کر رہا ہے کہ اپنی جگہ سے ہٹتا بھی نہیں ہے۔

یہ کہتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر اٹھانا چاہا لیکن پھر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضرت موسیٰ کو بڑی تشویش ہوئی کہ آخر وہ کیا ہے، اچانک پتھر بحکم خدا گویا ہوا: اے موسیٰ اگر تم مجھے اٹھانا چاہتے ہو تو پہلے ”یا علیٰ مدد“ کہو کیونکہ یہی ایک ایسا اسم عظیم ہے جو دنیا و آخر کی سعادت و کامیابی کا ضامن ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا نام سنتے ہی جناب موسیٰ لرز اٹھے، رونگٹے کھڑے ہو گئے، آنکھوں میں پانی بھر آیا ”یا علیٰ مدد“ کہہ کر چوپنا ہاتھ بڑھایا تو سنگریزہ تسبیح خدا بجالاتا ہوا آپ کے دست مبارک میں آگیا اور آپ سے مخاطب ہوا: اے موسیٰ! اگر اسرار الہی کو جاننا چاہتے ہو تو اس پہاڑی کی بلندی پر جاؤ جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔

غرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو اس قسم کے بہت سے پتھر و کامشاہدہ کیا اور جو پتھر اپنے ساتھ لائے تھے ایک معین جگہ پر رکھ دیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ عبادت کے بعد جب آپ اس پتھر کے پاس آئے تو وہ غائب ہو چکا تھا، آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ ناگہاں ایک گوشہ سے آواز آئی: اے موسیٰ اب تم مجھے نہیں دیکھ سکتے بس یہ یاد رکھو کہ دنیا و آخرت کی سعادت و سرفرازی عشقِ علی سے وابستہ ہے ہذا جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو کہو:

نَادِ عَلِيًّا مَنظَرُ الْعَجَائِبِ تَجِدُهُ عَوْنًا لَكَ فِي الْغَوَائِبِ كُلِّ هَمٍّ وَ
غَمٍّ يَنْجِلِي بَوْلَاتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ، اَللّٰهُ



پتھر کے نیچے چشمہ آب

حضرت علیؑ جگہ ”صفین“ سے واپس آتے ہوئے ایک صحرائے لق و دق سے گزرے، شدت گرمی سے لشکر کا پیاس سے بُرا حال تھا، لوگوں نے پانی طلب کیا، آپؑ نے صحرا میں ایک نظر ڈالی، قریب میں ایک بہت بڑا پتھر دکھائی دیا، حضرت اس کے قریب گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے سنگِ خارا بتا اس صحرا میں پانی کہاں ہے، پتھر قدرتِ خدا سے گویا ہوا، ”الماء تحتی، چشمہ آب میرے نیچے ہے، حضرت نے لشکر سے کہا پتھر کو ہٹاؤ، ایک تلو آدمیوں نے پتھر ہٹانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے، پھر آپؑ نے لبِ مبارک کو جنبش دی اور اپنا دستِ خیر شکن اس پر مارا پتھر دور جا پڑا، اس کے ہٹتے ہی شہد سے زیادہ شرین اور برف سے زیادہ ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا، تمام لوگوں نے اپنی پیاس بجھائی اور اپنی اپنی چھاگلیں بھی بھر لیں، پھر آپؑ نے پتھر کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر جا بیٹھے، ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پتھر نے ایسا ہی کیا اور خود سرک کر اپنی جگہ جا بیٹھا اور شکرِ اسلام شکرِ خدا کرتا ہوا روانہ ہو گیا۔

اوصافِ علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست — گنجائشِ بحرِ درُبو ممکن نیست
من ذاتِ علیؑ بواجبی کہ دائم — الا دائم کہ مثل او ممکن نیست

۰۰۰

عدالت کے کھڑے میں

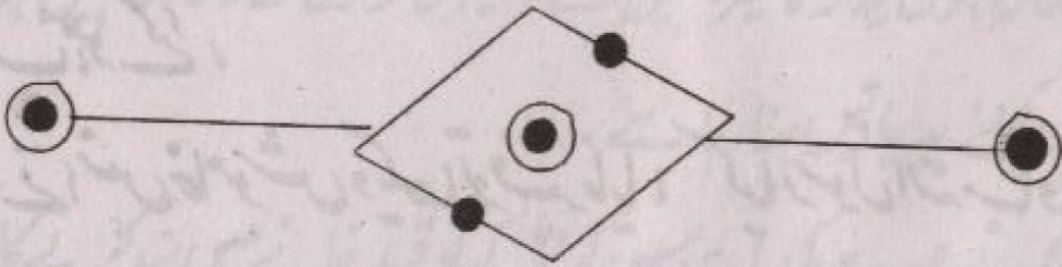
جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی زرہ گم ہو گئی۔ آپؑ نے اسے ایک ”یہودی“ کے پاس دیکھا اور فرمایا: یہ زرہ میری ہے اسے میرے حوالے کرو، یہودی نے انکار کیا، آپؑ نے اس کے خلاف قاضی شرعی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، قاضی نے گواہ طلب کئے، آپؑ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسنؑ کو پیش کر دیا۔ قاضی نے باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کو تسلیم نہیں کیا اور دعوے کو خارج کر کے فیصلہ یہودی کے حق میں سنا دیا۔

مقدمہ تو ختم ہو گیا مگر یہودی نے اپنے ضمیر کی ملامت کرنے کی وجہ سے اقرار کر لیا کہ یہ زرہ خلیفہ وقت حضرت علیؑ کی ہے وہ دراصل اسلام کے اس عدل سے مبہوت ہو گیا تھا کہ صاحب اقتدار اور مسلمانوں کا امیر بھی اپنا دعویٰ عدالت میں پیش کرتا ہے اور جب قاضی اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو حق بجانب ہونے کے باوجود اس پر احساس نہیں کرتا جبکہ وہ اپنے قاضی کو حطل بھی کر سکتا ہے، یہودی اسلام کی سچائی کا قائل ہو گیا اور اسلام لا کر حضرت علیؑ کے وفادار ساتھیوں میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ جنگ نہروان میں درجہ شہادت پر فائز ہوا

جب مدعا علیہ نے دعویٰ کی صداقت کا اظہار کر لیا تب آپؑ نے قاضی کو اس کی جلد بازی پر تنبیہ کی اور تاکید کی کہ آئندہ خلا فیصلہ نہ کیا کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام امنیت اور سلامتی کا نام ہے اس کے احکام و قوانین صحت کے لئے مساوی اور نافذ العمل ہیں یہ زرہ اگرچہ آپؑ کی ذاتی ملکیت نہ تھی بلکہ بیت المال سے تھی

جس کے لئے بیڑے کی گواہی کو تسلیم کیا جاسکتا تھا لیکن حضرتؑ نے اپنے خلاف فیصلہ
 پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا پھر یہ کہ آپ امام اور خلیفہ تھے اور خود فیصلہ کر سکتے تھے، لیکن
 مقدمہ دائر کر کے عدالت کے کھڑے میں کھڑے ہو گئے۔
 — اور اپنے تئیں کوئی عیب نہیں سمجھا اور یہی سبب بنا کہ یہودی زمرہ اسلام میں داخل
 ہو گیا۔ ۷



امتیازِ جانا بے جا ہے

عبداللہ ابن ابی رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں طلحہ و زبیر حضرتؓ کے پاس آئے اور کہا یا امیر المؤمنینؑ، حضرت عمرؓ ہمیں بیت المال سے اتنا اور اتنا دیا کرتے تھے، آپ بھی اس کا لحاظ رکھیں، حضرتؓ نے فرمایا اُسے چھوڑ دو کہ فلاں تمہیں کیا دیا کرتا تھا یہ بتاؤ کہ رسولؐ خدا تمہیں کیا دیا کرتے تھے، یہ سن کر وہ چپ ہو گئے،

حضرتؓ نے انہیں خاموش دیکھا تو فرمایا: کیا رسولؐ اللہ مساوات اور تقسیم بالسویہ کے اصول پر پابند نہ تھے؟ کہا: ہاں، فرمایا: پھر سنتِ رسولؐ زیادہ قابلِ عمل ہے یا سنتِ عمرؓ؟ کہا: قابلِ عمل تو سنتِ رسولؐ ہی ہے مگر ہمیں اسلام میں سبقت اسلامی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا شرف حاصل ہے اور رسولؐ اللہ سے قرابت بھی ہے فرمایا: اسلام میں سبقت تمہیں حاصل ہے یا مجھے؟ کہا: آپ کو: فرمایا: اسلامی جنگوں میں تم نے زیادہ حصہ لیا یا میں نے؟ کہا: آپ نے فرمایا: رسولؐ اللہ سے زیادہ قرابت تمہیں حاصل ہے یا مجھے؟ کہا: آپ کو پھر حضرتؓ نے ایک مزدور کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اس مال میں میرا اور اس مزدور کا حصہ برابر ہے، جب میں نے کسی امتیاز کا قائل نہیں ہوں تو پھر تمہارے لئے کیونکر گوارا کر سکتا ہوں؟

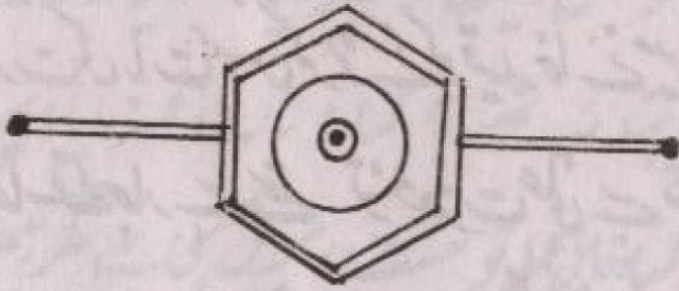
ایک جوان کی فریاد

ایک لڑکا دینیہ میں فریاد کرتا تھا کہ یا احکم الحاکمین میرے اور میری ماں کے درمیان فیصلہ کر، حضرت عمر نے کہا: اپنی ماں کے خلاف ایسی باتیں کیوں کہتے ہو؟ اس نے کہا: میری ماں مجھے اپنی فرزندگی میں لینے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ مجھے پہنچاتی بھی نہیں، حضرت عمر نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ میں اللہ و رسول کے حق کی قسم کھاتی ہوں یہ لڑکا میرا نہیں ہے، میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے، بس مجھے رسوا کرنے کیلئے یہ باتیں بتا رہا ہے۔

حضرت عمر نے عورت کی بات سن کر لڑکے کو قید خانے میں بند کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اتفاق سے جب اسے قید خانے جا رہے تھے تو حضرت علیؑ سے ملاقات ہو گئی، لڑکا داد و فریاد کرنے لگا اور اپنی تمام روداد سنا ڈالی، حضرت علیؑ کے پاس آئے اور تجدید نظر کی خواہش کی اور فرمایا کہ اگر کہیے تو اس کا فیصلہ کر دوں، حضرت عمر نے بخوشی منظور کر لیا، حضرت علیؑ نے عورت سے پوچھا کیا تمہارے گواہ بھی ہیں اس نے چالیس گواہ پیش کر دیے، حضرت نے فرمایا میں وہ فیصلہ کروں گا جو مرضی خدا و رسولؐ کے مطابق ہو گا، اس کی تعلیم مجھے خود جیب خطانے دی ہے، پھر عورت سے پوچھا: تمہارا کوئی ولی ہے؟ اس نے اپنے بھائیوں کو پیش کر دیا آپ نے ان سے فرمایا میں جو فیصلہ کروں اسے تم اور تمہاری بہن مان لے گی؟ انہوں نے

کہا: ہاں، حضرت نے فرمایا: میں نے خدا کو گواہ قرار دیتے ہوئے، حاضرین کی موجودگی میں اس عورت کا نکاح چار سو درہم مہر پر اس لڑکے سے کر دیا مہر میں خود ادا کرتا ہوں، اس کے بعد لڑکے سے فرمایا: اپنی دلہن کو لے جاؤ اور اس حالت میں واپس آؤ جو شادی کے تقاضے ہیں، یہ فیصلہ سن کر عورت چپخنی لگی جہنم جہنم! اے رسول کے بھائی آپ میرے لڑکے سے میری شادی کئے دیتے ہیں یہ لڑکا میرا ہے میرے بھائیوں نے ایک غیر کفو سے میری شادی کر دی تھی، جس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اب ان کا اصرار ہے کہ میں اس کی ولایت سے انکار کر دوں، حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سن کر کہا: **وَاعْمُرُوا لَوْلَا عَلِيٌّ لَخَلَّكَ عُمَرُ** اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

www.kitabmart.in



گائے نے گدھے کو مار ڈالا

تاریخِ خطیب بغدادی میں لکھا ہے کہ دو شخص حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا گدھا تھا اور اس کی گائے، گائے نے گدھے کو مار ڈالا، حاضرین میں سے ایک نے کہا: جانوروں کی لڑائی تھی، ان کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں، حضرت نے فرمایا:

یا علی تم اس کا فیصلہ کرو، حضرت نے پوچھا دونوں جانور آزاد تھے یا بندھے تھے یا ایک بندھا تھا اور دوسرا آزاد؟ جواب ملا گدھا بندھا تھا اور گائے آزاد تھی، اسی کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا، حضرت نے فرمایا: گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے، آنحضرت نے بھی اس فیصلے کی تصدیق فرمائی اور مقدمہ گدھے والے کے حق میں گیا۔



بابرکت گلوبند

جابر ابن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ ایک روز ہم نے جناب رسول خدا کے ساتھ نماز عہر ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی علیہ وسلم پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ کے گرد جمع گئے، اتنے میں ایک بوڑھا مہاجر وہاں پہنچا اور حضرت سے مخاطب ہوا: یا رسول اللہ میں بھوکا ہوں، کھانا چاہئے، برہنہ ہوں لباس دیجئے محتاج ہوں احسان کیجئے! آنحضرت نے بلالؓ سے کہا بلال اسے فاطمہؓ کے گھر لے جاؤ۔

بلال اٹھے اور بوڑھے کو در فاطمہؓ پر لے گئے اس نے باوازی بلند کیا: اے محدث رسالت کے نلیاب گوہر آپ پر اس غریب بوڑھے کا سلام ہو۔
جناب فاطمہؓ زہراؓ نے سلام کا جواب دیا اور آنے کا سبب پوچھا۔

بوڑھے مہاجر نے کہا: اے بنت رسول! میں بھوکا برہنہ اور محتاج ہوں سختیاً حل کر آپ کے در پر آیا ہوں مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔
یہ موقع وہ تھا جب رسول خدا، حضرت علیؓ اور جناب فاطمہؓ نے تین دن سے کچھ نہ کھا یا تھا مگر جناب فاطمہؓ نے سائل کو خالی ہاتھ واپس کرنا گوارا نہ کیا اور گوشت کی کھال کا بنا ہوا وہ تو شک اٹھایا جس پر حسنؓ و حسینؓ سوتے تھے اور بوڑھے کو دینے ہوئے فرمایا: یہ تو شک لے جاؤ اور بیچ کر اپنی ضرورت پوری کرو خدا تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

بوڑھے مہاجر نے کہا: اے بنت رسول! میں نے بھوک کی شکایت کی ہے اور مجھے تو شک عطا کر رہی ہیں میں بھوک میں اس کا کیا کروں گا؟ -

جناب فاطمہ زہراؑ نے جب یہ سنا تو اپنے گلے سے وہ ہار اتارا جسے جناب حمزہؑ کی بیٹی نے آپ کو تحفہ میں دیا تھا اور بوڑھے کو دیتے ہوئے کہا: لو اسے فروخت کر ڈالو امید ہے کہ خدا تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

بوڑھا وہ ہار لے کر مسجد نبیؐ میں آیا اور آنحضرتؐ سے کہا: یہ گلو بند مجھے فاطمہؑ نے ہے تاکہ اسے فروخت کر کے میں اپنی ضرورت پوری کر لوں۔

آنحضرتؐ نے حاضرین سے فرمایا: اگر تمام جن و انس بھی مل کر اس کو خریدیں گے تو ان سب پر آتش دوزخ حرام کر دے گا۔

عمار یاسرؓ نے جب یہ سنا تو بوڑھے سے کہا: اے بھائی تم یہ گلو بند کتنے میں فروخت رو گے؟

س نے کہا: اتنے گوشت ام رٹوئی میں کہ جس سے میں سیر ہو جاؤں، ایک مینی چادر میں جس سے میں خود کو چھپا لوں اور اتنے دینار میں کہ جس سے میں اپنے گھر پہنچ جاؤں۔

عمار یاسرؓ نے وہ گلو بند بیس دینار، دو سو درہم، ایک مینی چادر، ایک اونٹ، اور

بٹ بھر کھانے کے عوض خرید لیا اس کے علاوہ راستے بھر کا خرچ بھی اس کو دیا بوڑھا یہ سب

لے کر جناب فاطمہؑ کو دعائیں دیتا ہوا زحمت ہو گیا اس کے بعد جناب عمارؓ نے گلو بند کو مشک

سابسایا، مینی کپڑے میں لپیٹا اور ”سہم“، نامی اپنے غلام کو دیا اور کہا: اس کو آنحضرتؐ کی خدمت

لے جاؤ اور آج سے تم بھی آپ کی خدمت میں رہنا۔

وہ غلام رسولؐ کی خدمت میں پہنچا اور جناب عمارؓ کا پیغام سنایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جاؤ یہ گلو بند فاطمہؑ

کو دیدہ اور آج سے تم بھی فاطمہؑ کی خدمت کرنا۔

غلام وہ گلو بند لے کر جناب فاطمہؑ کی خدمت میں آیا اور رسول خداؐ کا پیغام پہنچایا جناب فاطمہؑ نے گلو بند لے لیا اور غلام کو آزاد کر دیا، غلام ہنسے لگا، جناب فاطمہؑ نے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟

مرض کی: گلو بند کی بے پناہ برکت دیکھ کر ہنس رہا ہوں کہ اس نے ایک بھوکے کو سیر، برہنہ کو لباس، محتاج کو بے نیاز، اور ایک غلام کو آزاد کیا اور پھر اپنے مالک کے پاس واپس آگیا۔



امام حسن اور مرد شامی

معاویہ کے اشارے پر ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی شان مبارک میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے لگا، امام خاموشی سے سنتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا، امام نے مسکرا کر پہلے اسے سلام کیا پھر فرمایا:

”اے بھائی! تم مجھے پردیسی معلوم ہوتے ہو، شاید تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے اگر راستہ بھول گئے ہو تو ہم تمہیں راستہ بتا دیں گے، مقروض ہو تو قرض ادا کر دیں گے، بھوکے ہو تو کھانا کھلا دیں گے اور ضرورت مند ہو تو تمہاری ضرورت پوری کر دیں گے صرف اشارہ کر دو پھر دیکھا کیا ہوتا ہے“

یہ شخص توقع کے خلاف امام کا یہ برتاؤ دیکھ کر بڑا شرمندہ ہوا اور روتے ہوئے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا: مولا مجھے معاف کر دیجئے، میں معاویہ کے ایماء پر یہاں آیا تھا لیکن آپ سے شرف ملاقات کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ روئے زمین پر خدا کا حقیقی نمائندہ اگر کوئی ہے تو صرف آپ ہیں۔

اس طرح جو شخص پہلے گالیاں بک رہا تھا کچھ دیر بعد وہ امام کے جانثاروں میں شامل ہو گیا۔

قبر حسین کانپ اٹھی

ایک مرتبہ ”متوکل“ خلیفہ عباسی، یہ بات دیکھنے کیلئے نکلا کہ کربلا کی طرف کوئی جاتو نہیں رہا ہے اور بغداد کے پل پر حصہ زن ہو گیا ناگہاں ایک سید زادی کو اپنے سات سالہ بچے کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا، متوکل نے اسے اپنے حضور طلب کیا اور کہا: کیا رکھا ہے زیارت حسینؑ میں؟ مومنہ نے جواب دیا: خدا و رسول کی خوشنودی، وہ بولا: کیا حسینؑ اس قابل ہے، کہ وہ معرفتِ خدا و رسول کا ذریعہ بن جائیں (معاذ اللہ)۔

اس پر سیدانی کی گرج فضا میں بلند ہوئی اور جواب دیا اگر حسینؑ سے معرفت حاصل نہ ہوگی تو کیا تجھ ایسے فاسق و فاجر سے ہوگی؟ یہ کہہ کر اس نے چمکتا ہوا خنجر نکال لیا، مگر فوراً سپاہیوں نے دوڑ کر پکڑ لیا، متوکل نے حکم دیا کہ اسکے بچے کو اس کی گود میں ذبح کر دو، سیدانی نے فرطِ مسرت سے بچے کو گود میں لے لیا، ایک ظالم آگے بڑھا اور بچے کو ماماں کی آغوش میں قتل کر دیا، مومنہ بچے کے خون میں لت پت ہو گئی اور پھر اس کی لاش لیکر عازم کربلا ہوئی، روضہ امام حسینؑ پر پہنچتے ہی بھرائی ہوئی آواز میں بولی، ”فرزند رسولؐ،! غریب و نادار ہوں میرے پاس کچھ نہیں تھا یہ تحفہ لائی ہوں،“ یہ کہہ کر مومنہ نے بچے کا خون آلود چہرہ قبر امامؑ کی طرف کر دیا، اس نے دیکھا کہ قبر حسینؑ کانپ اٹھی اور ایک نور ہر طرف پھیل گیا آواز آئی: ”مومنہ تیری زیارت قبول ہوئی دیکھ تیرا بچہ حسینؑ کی گود میں ہے لے“

ایک قیدی کی فرمائش

روایت میں ہے کہ جس وقت جناب سید سجاد قید سے رہا ہو کر مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی خدمت میں پُرسہ کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی: مولانا ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں، آپ نے خون کے آنسو روتے ہوئے فرمایا: لوگو! اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو تین کام چھوڑ دو۔

۱ شراب پینا کیونکہ جب میں یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ میرے سامنے شراب پیتا اور میرے باپ کے سر سے بے ادبی کرتا جاتا تھا، جب شراب کا ذکر آتا ہے تو مجھے اس کا دربار یاد آ جاتا ہے۔

۲ ڈراڑھی منڈوانا کیونکہ یزید اپنے دربار میں ڈراڑھی منڈا کرتا تھا، ڈراڑھی منڈے کو دیکھ کر میری نظر میں اس ملعون کی صورت گھوم جاتی ہے۔

۳ شطرنج کھیلنا کیونکہ میں یزید لعین کے سامنے رسول اللہ کی بہو بیٹیوں کو لیکر گھٹنوں کھڑا رہا اور وہ شطرنج کھیلتا رہا جب شطرنج کا ذکر آتا ہے تو مجھے دربار یزید کا وہ منظر یاد آ جاتا ہے۔

دوستو! سوچو کہ جو شخص اپنے قیدی امام کی اس فرمائش پر عمل نہ کرے گا وہ حقیقی شیعہ اور دوست دار اہلبیت کہلانے کا مستحق ہوگا! ^۱

اب زمانہ کیا ہے

ایک مرتبہ ”حمران“ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آقا آپ کی حکومت کب ظاہر ہوگی، حضرت نے فرمایا: اے حمران! تمہارے بہت سے دوست و احباب ہیں اور تم ان کے حالات اور زمانے سے خوب واقف ہو، جان لو کہ اب زمانہ ایسا نہیں جس میں امام ظہور کر کے، اے حمران سنو! زمانہ سابق میں ایک عالم تھا اس کا ایک بڑا تحصیل علم کیلئے رغبت نہیں رکھتا تھا اور اپنے باپ سے کچھ نہیں پڑھتا تھا، لیکن اس عالم کا ایک ہمسایہ اس سے علم حاصل کرتا تھا اور رفتہ رفتہ علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جب اُس عالم کا آخری وقت آیا تو اپنے بڑے سے کہا: افسوس کہ تو نے مجھ سے کچھ نہیں پڑھا، لیکن ملاں ہمسایہ بڑے لکھکر بہت بڑا عالم ہو گیا ہے لہذا اگر تجھے میرے علم کی ضرورت پڑے تو جا کر اس سے سیکھ لینا۔

عالم یہ وصیت کر کے انتقال کر گیا، اس کے بعد ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے کوئی خواب دیکھا اور تعبیر کے لئے اس عالم کو طلب کیا، معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے، بادشاہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا اس کا کوئی فرزند ہے لوگوں نے کہا: ہاں اس کا ایک بیٹا ہے بادشاہ نے اس کے پاس ملازم بھیجے تاکہ وہ دربار میں حاضر ہو، یہ دیکھکر بڑا پریشان ہوا کہ اگر بادشاہ وقت نے کچھ پوچھا تو کیسے جواب دوں گا۔

اچانک باپ کی وصیت یاد آئی دوڑتا ہوا ہمسایہ عالم کے پاس آیا اور اس سے باپ کی وصیت

بیان کی اور کہ بادشاہ نے مجھے طلب کیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا پوچھے گا، لہذا اس سلسلہ میں بری رہنمائی کیجئے۔

ہمسایہ عالم نے کہا: میں جانتا ہوں کہ بادشاہ نے تمہیں کیوں بلایا ہے، لیکن اس شرط پر بتا سکتا ہوں کہ بادشاہ سے جو کچھ انعام ملے گا اس میں سے آدھا تم مجھے بھی دو گے لڑکے نے کہا ٹھیک ہے لیکن میری مشکل آسان کرو ہمسایہ علم نے اسے قسم دی اور تحریر لکھوا کر بتایا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تمہیں اس لئے بلایا ہے تاکہ دریافت کرے کہ اب کیسا زمانہ چل رہا ہے لہذا جب وہ تم سے یہ پوچھے تو کہنا کہ یہ زمانہ ”بھیڑیہ“ کی مانند ہے

غرض لڑکا دربار میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس لئے یہاں بلایا ہے؟ لڑکے نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ آپ نے ایک خواب دیکھا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ بتاؤں کہ اب کیسا زمانہ چل رہا ہے بادشاہ نے کہا تم ٹھیک سمجھے! تو پھر بتاؤ یہ کیسا زمانہ چل رہا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا یہ زمانہ بھیڑیہ کی مانند ہے، بادشاہ نے جواب سن کر بڑا خوش ہوا اور اس کو انعام دینے کا حکم دیا۔

لڑکا انعام شاہی لیکر گھر آیا اور اس میں سے اپنے ہمسایہ عالم کو کچھ نہ دیا اس نے سوچا کہ یہ مال میری زندگی بھر کے لئے کافی ہے اور آئندہ کسی کا محتاج نہ ہو گا۔ لیکن کچھ ہی دن بعد بادشاہ نے دوسرا خواب دیکھا اور اس لڑکے کو طلب کیا، اب وہ بڑا پشیمان ہوا کہ وعدہ تو پورا کیا نہیں لہذا ہمتاً عالم سے کیسے معلوم کیا جائے کہ بادشاہ نے کیوں بلایا ہے۔

خیر بہت کر کے وہ عالم کے پاس آیا اور منت و سماجت کرنے لگا کہ اسے معاف کر دے اور قسم کھانی کہ آئندہ جو ملے گا اس کا آدھا ضرور دیگا۔ عالم نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا: بادشاہ نے ایک دوسرا خواب دیکھا ہے اور پھر وہی پوچھنا چاہتا ہے کہ اب کیسا زمانہ ہے لہذا

تم اس سے کہنا کہ اب زمانہ بھڑکے مانند ہے۔

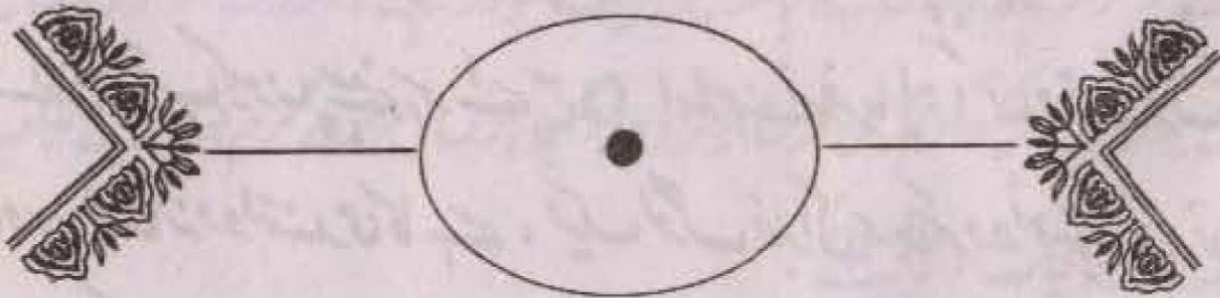
غرض لڑکا دربار میں پہونچا اور بادشاہ کو اسی طرح بتا دیا جس کی وجہ سے وہ بڑا خوش ہوا اور پہلے سے زیادہ انعام دینے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ بھی اس نے عالم کو کچھ نہیں دیا اور یہ سمجھا کہ اب کبھی اس کی ضرورت پیش نہ آئے گی، لیکن کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے ایک تیسرا خواب دیکھا اور پھر اس لڑکے کو طلب کیا۔ اس مرتبہ وہ بہت پریشان اور نادوم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ میں اس کو دوبارہ صو کا دے چکا ہوں اب کس منہ سے اس کے پاس جاؤں پھر یہ کہ میں کچھ جانتا بھی نہیں جو بادشاہ کو جا بٹاؤں، ناچار وہ اپنی سہولتی کے ڈر سے ایک مرتبہ پھر اس عالم کے پاس گیا اور خدا کی قسم دی اور التجا کی کہ وہ پھر بتائے کہ بادشاہ کو کیا جواب دینا ہے، علم نے اس سے عہد و پیمان لیا کہ اس مرتبہ وہ مکہ و فریب نہ کرے گا اور ایک تحریر لکھوا کر بتایا کہ اس بار بھی بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تم سے وہی سوال کریگا لیکن اس مرتبہ جواب دینا کہ یہ زمانہ "ترازو" کی مانند ہے۔

لڑکا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عالم کے بیان کے مطابق اس کو زمانہ سے آگاہ کیا بادشاہ خوش ہوا اور بہت انعام و اکرام سے نوازا اس مرتبہ وہ تمام مال لے کر عالم کی خدمت میں آیا اور کہا اس بار یہ انعام ملا ہے آپ خود تقسیم فرما کر اپنا حصہ رکھ لیجئے، عالم نے کہا پہلا زمانہ چونکہ بھڑکے کی طرح تھا لہذا تم میں بھی بھڑکے کی سی خصلت تھی اور دل میں یہ عہد کر لیا تھا کہ اپنے وعدہ کو پورا نہ کرو گے دوسرا زمانہ بھڑکے کی مانند تھا اور بھڑکے کی عادت تم نے بھی اپنائی اور یہ زمانہ ترازو کا زمانہ ہے اور ترازو کا کام عدل و انصاف کا ہے لہذا تم نے بھی انصاف کیا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا، خیر یہ تمام مال تم ہی لے جاؤ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے!

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت کی غرض اس قصے کے بیان کرنے سے گویا یہ تھی کہ زمانے کے حالات اور دوست و احباب کے مکر و فریب و عہد شکنی جب تک پائی جائے گی:

اسلام کیسے قیام کر سکتا ہے۔

لہذا جب ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگ اپنے عہد و پیمان کے پابند ہونگے، امام بحکم خدا قیام
فرمائے گا اور حکومت آل محمد وجود میں آجائے گی۔



پُرانی گڈری

یہ صوفی سفیان ثوری، ایک بار مسجد اطرام میں آیا اور امام جعفر صادق کو دیکھا کہ آپ قیمتی کپڑوں میں ملبوس ہیں، وہ اپنے دوستوں سے یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ خدا کی قسم آج میں حضرت کی سزائش کرتا ہوں، جب قریب پہنچا تو اس نے حضرت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے فرزند رسول! ایسے قیمتی کپڑے نہ تو پیغمبر خدا نے پہنے ہیں اور نہ آپ کے آباء و اجداد نے پھر آپ کیوں پہنے ہوئے ہیں؟ امام نے فرمایا: اُس وقت لوگ تنگدست تھے اور یہ زمانہ دولت مند کا ہے، نیک لوگ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں اور یاد رکھو!

خدا کی عطا کردہ نعمتوں کے سب سے زیادہ ہم مستحق ہیں، مگر یہ لباس جو تم دیکھ رہے ہو فقط عزت دنیا کے لئے پہن لیا ہے اور عزت نفس کے لئے اس کے نیچے وہی موٹے کپڑے پہن رکھے ہیں، پھر حضرت نے اپنا دامن اٹھا کر دکھایا، اس کے بعد آپ نے ہاتھ بڑھا کر سفیان ثوری، کا جبہ کھینچ لیا، وہ اس پرانی گڈری کے نیچے نفیس اور نرم لباس پہنے تھا، فرمایا وائے ہو تم پر اے سفیان یہ نیچے کا لباس تم نے نفس کو خوش کرنے کے لئے پہن رکھا ہے اور اوپر کی گڈری لوگوں کو فریب دینے کیلئے۔

خوفناک خواب

وہ خواب دیکھ کر بے حد خوف زدہ تھا اور ہمہ وقت اس کی زگاہوں میں اس خوفناک خواب کی مختلف تعبیریں نظر آرہی تھیں، وہ بہت گھبرایا ہوا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک لکڑی کا آدمی لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہے، اس کے ہاتھ میں ایک تلوار ہے، اور وہ تلوار کو فضا میں لہرا رہا ہے، میں یہ خواب دیکھ کر بُری طرح خوفزدہ ہو گیا ہوں، برائے کرم آپ مجھے خواب کی تعبیر فرما کر خوف سے نجات دلا دیجئے۔

امامؑ نے فرمایا: تیری نگاہیں ایک آدمی کی دولت پر لگی ہوئی ہیں اور تو ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ کسی ترکیب سے اس کا مال ہڑپ کر لے، تو خدا سے ڈر اور اس قسم کے فیصلے باز آ۔ اس نے کہا: اَیُّهَا یَقْنَآ آپ حقیقی عالم ہیں بے شک ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا، دراصل میرا پڑوسی ایک بہت بڑا زمیندار ہے، اس کو پیسے کی سخت ضرورت ہے اور فی الحال میرے علاوہ اس کی زمین کا کوئی خریدار نہیں ہے، لہذا ان دنوں میں اس فکر میں لگا ہوں کہ اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم قیمت میں بہت جائیداد خرید لوں۔

ایک گھر ہزار باسی

”ابو شاکر دیصانی“ لامذہب تھا، ایک دفعہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: کیا آپ خدا کو پہنچا سکتے ہیں؟ آپ نے ایک انڈا لیا اور فرمایا: اس کی بالائی ساخت کو دیکھو اور اندر کی بہتی ہوئی زردی و سفیدی پر غور کرو، اس میں رنگ برنگے طائر کیونکر پیدا ہو جاتے ہیں، کیا اس اچھوتے انداز کو دیکھنے کے بعد تمہاری عقل سلیم یہ تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا بھی ہے؟!

”ابو شاکر دیصانی“ حضرت کے اس بدیہی جواب سے خاموش ہو گیا۔



ابو حنیفہ کا امتحان

ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد ابو حنیفہ سے پوچھا: بتاؤ براؤندہ عام نے آنکھوں میں نمکینی کانوں میں تلخی، ناک میں رطوبت اور لبوں میں شیرینی کیوں پیدا کی ہے؟

ابو حنیفہ نے بڑے غور و خوض کے بعد جواب دیا: یا حضرت اس کا جواب تو میں نہیں جانتا آپ ہی فرمائیں تو بہتر ہے۔

امام نے فرمایا: سنو اے ابو حنیفہ! آنکھیں چربی کا ڈھیلا ہیں اگر ان میں نمکینی نہ ہوتی تو پکھل جاتیں، کانوں میں تلخی ہے تاکہ کیڑے مکوڑے نہ گھس جائیں، ناک میں رطوبت ہے تاکہ سانس لینے میں دشواری نہ ہو اور انسان اچھی بُری بو کا احساس کر سکے اور لبوں میں شیرینی اس لئے ہے تاکہ کھانے پینے میں لذت حاصل ہو۔



ابوحنیفہ اور ایک کسن بچہ

”ابوحنیفہ“ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منچ کر حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے شرف ملاقات کے بعد جب رخصت ہوا تو گھر کی دہلیز پر ایک کسن بچہ کو دیکھا میں نے اس بچہ کو سلام کیا اور پوچھا: صاحبزادے یہ تو بتاؤ کہ اگر کسی مسافر کو قضاے حاجت کے لئے جانا پڑے تو کیا کرے اور اس کے لئے کون سی جگہ مناسب ہوگی؟

کسن بچے نے کہا: اے شیخ! دریاؤں کے کنارے، پھل دار درختوں کے نیچے، مسجدوں، مکانوں اور عام شاہراہوں کے علاوہ اپنے کپڑے پکڑ کر جہاں چاہو بیٹھ جاؤ مگر تمہارا رخ یا پشت قبلہ کی طرف نہ ہو۔

ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ سنا تو آنکھیں حیرت سے چمک اٹھیں اور دل روشن ہو گیا، میں نے کہا: اے صاحبزادے میں آپ پر قربان جاؤں ذرا یہ اور بتاؤ کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کا فاعل خدا ہے یا بندہ؟

یہ سوال سن کر بچہ نے مجھے بڑی غور سے دیکھا اور فرمایا: اے شیخ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا: سنو! بندوں کے افعال تین حال سے خالی نہیں ہیا تو ان کا فاعل خدا ہے، اس صورت میں اگر وہ اپنے بندہ کو گناہ پر سزا دیتا ہے تو یہ ظلم ہے اور خدا ظلم سے بڑی ہے یا ان کا فاعل خدا ہی ہے اور بندہ بھی، اس صورت میں شرک لازم آتا ہے اور قوی کا ضعیف کی شراکت میں کسی

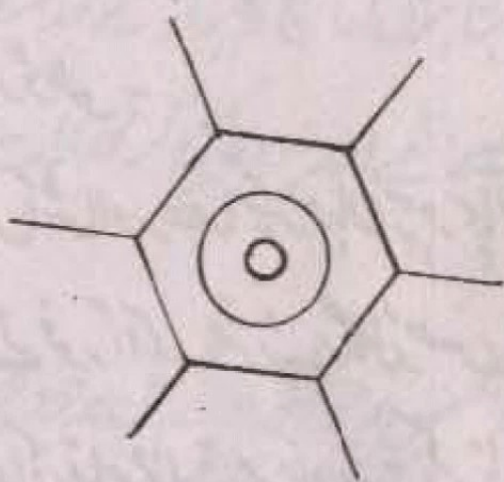
فعل کا انجام دینا اس کی شان کے خلاف ہے، پس تیسری صورت صحیح ہے کہ افعال کا فاعل خود بندہ ہے اور چونکہ خدا نے اپنے بندوں کو افعال کی اونچ نیچ اور تمام امور وہی سے آگاہ کر دیا ہے لہذا اس کو حق ہے کہ وہ بُرے کام کرنے والوں کو سزا اور اچھے کام کرنے والوں کو جزا دے اور یہ بات اس کی عدالت کے مترادف ہے۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی :- وَذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا

مِنْ بَعْضٍ - (آل عمران آیت ۳۳)

دوستو! معلوم ہے یہ بچہ کون تھا، یہ کوئی اور نہیں بلکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

تھے۔ لے



امام رضاؑ سے چڑیوں کی فریاد

”سلمان ابن جعفر“ ناقل ہیں کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ چڑیوں کا ایک جھنڈ امامؑ کی خدمت اقدس میں آیا اور اپنے بال و پر پھڑپھڑا کر چیخنے لگا، آپؑ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا: خدا و رسولؐ اور فرزند رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں، آپؑ نے فرمایا ایک سانپ آیا ہوا ہے جو ان کے بچوں کو ڈرنا چاہتا ہے تم جاؤ اور اسے تلاش کر کے مار ڈالو۔

”سلمان“ کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور عصا بیکر وہاں پہونچا تو دیکھا سانپ ان کے گھونسلوں کے قریب منڈلا رہا ہے، میں نے فوراً ایک ضرب لگائی جس سے وہ سانپ مر گیا۔
معتوم ہوتا ہی دیکھ کہ جو خدا کی تمام مخلوق پر حکومت کرتا ہے مظلوم و بیکیس کی حمایت کرتا ہے اور ظالم کو اس کے ظلم کا منہ چکھاتا ہے۔



خانہ امام رضا میں مجلس سید الشہداءؑ

شاعر اہلیتؒ، جناب و عبل خراغیؒ، کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشور کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا حضرت اپنے اصحاب کے حلقے میں انتہائی افسردہ و فکین بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: و عبل آؤ! ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے، میں قریب گیا تو حضرت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: و عبل! تم جانتے ہو آج کون سا دن ہے؟ آج یوم عاشورا ہے، ہمارے رنج و غم کا دن، میں چاہتا ہوں کہ آج تم ہمارے جد منظلوم کا مرثیہ پڑھو، اور خدا و بول کی خوشنودی حاصل کرو پھر امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور پردہ کھینچ کر مخدرات عصمت و طہارت کو بھی مجلس میں آنے کی دعوت دی۔

و عبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھرا یا، آنکھیں نم ہو گئیں اور زبان پر خود بخود مرثیہ جاری ہو گیا جس سے آل محمدؑ میں ایک کہرام برپا ہو گیا، اصحاب نے بھی اپنا سر و سینہ پیٹ لیا اور حضرت معصومہؑ قم مشیرہ حضرت امام رضاؑ تو اس قدر رنج میں کہ روتے روتے پچھاڑے کھانے لگیں اور پیوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

کر بلا میں خاندان رسالت پر جو مظالم و صائے گئے ان کا تذکرہ گذشتہ آئمہ طاہرین کے عہد میں بھی جاری تھا لیکن حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے عہد امامت میں نام حسینؑ کی نشر و اشاعت کا خاصا موقع ملا اور یہ اسی تبلیغ و ایثار کا نتیجہ ہے کہ اب تک دنیا کے گوشہ گوشہ میں نام حسینؑ لیا جاتا ہے اور جب تک نام حسینؑ زندہ ہے تو کر حسینؑ بھی زندہ رہے گا۔ (چودہ تارے)

انگوٹھی اور جنوں کا ہدیہ

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا خادم ”صافی“ بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں نے حضرت سے آپ کے جد امجد حضرت امام رضاؑ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لیے رخصت طلب کی، فرمایا جاؤ مگر عقیق کی وہ انگوٹھی ساتھ لیتے جانا جس کا نکتہ زرد ہو اور ایک طرف مَا شَاءَ اللہ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللہ اور دوسری طرف مُحَمَّدٌ وَ عَلِيٌّ نَقَش ہو انشاء اللہ چوروں اور رہزنوں سے محفوظ رہو گے اور با ایمان واپس آؤ گے۔ ”صافی“ ایسی انگوٹھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ابھی رخصت ہو کر چلا ہی تھا کہ حضرت نے پھر بلایا اور فرمایا:

فیروزہ کی انگوٹھی بھی ساتھ لیتے جاؤ اور جب طوس اور نیشاپور کے درمیان ایک شیر طاق تو تم اپنے قافلے سے نکل کر اسے یہ انگوٹھی دکھانا اور کہنا کہ میرے آقا کا حکم ہے۔ راستہ چھوڑ دو وہ راستہ چھوڑ دے گا، لیکن یاد رکھو کہ فیروزہ کے ایک طرف لِلّٰہِ الْمَلِکُ اور دوسری طرف الْمَلِکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ نقش ہونا چاہیے کیونکہ میرے جد اعلیٰ حضرت علیؑ کی انگوٹھی فیروزے کی تھی جس پر لِلّٰہِ الْمَلِکُ نقش تھا اور خلافت ظاہری کے بعد الْمَلِکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ نقش کر لیا تھا۔ ”صافی“ کہتا ہے کہ میں وہ انگوٹھی بھی تلاش کر لایا اور عازم سفر ہوا، راستہ میں مقام مذکور پر شیر ملا تو میں نے حضرت کے حکم کے مطابق عمل کیا، شیر چلا گیا اور جب زیارت سے واپس آیا تو امام عالی مقام سے تمام ماجرا بیان کیا، آپ نے فرمایا: لیکن تم نے ایک

بات چھوڑی دی، اگر کہو تو میں خود ہی بیان کروں، میں نے کہا: حضرت بہتر جانتے ہیں،
 فرمایا ایک رات جب طوس میں تم امام رضاؑ کے روضہ اقدس کے قریب سو رہے تھے تو جنوں
 کا ایک گروہ زیارت کے لئے آیا، تمہارے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھ کر نقش پڑھا تو اسے نکال کر لے
 گئے اور پانی میں ڈال دیا پھر وہ پانی اپنے مریض کو دیا اور مریض شفا پا گیا، اس کے بعد وہ واپس آئے اور انگوٹھی
 تمہارے دائیں ہاتھ کے بجائے بائیں میں پہنا کر چلے گئے، جب تم بیدار ہوئے تو تمہیں بڑا
 تعجب ہوا، اس کی وجہ تو تم معلوم نہ کر سکے البتہ تمہیں اپنے سر ہانے ایک یا قوت ملا جو اس
 وقت تمہارے پاس موجود ہے انشاء اللہ ۸۰ اشرفی میں فروخت ہو جائیگا،
 صافی کہتا ہے کہ میں اس یا قوت کو بازار لے گیا اور اسی قیمت میں فروخت کر دیا جو حضرت
 نے بتائی تھی اے۔



ایک ننگ جو دو ٹکڑے ہو گیا تھا

وہ بڑا پریشان تھا، گویا موت کا ہولناک منظر اس کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا، وہ لڑنا کانتا حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھیرائی ہوئی آواز میں بولا: آقا غضب ہو گیا زندگی تباہ ہو گئی موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے میں اپنے بچوں کو آپ کے سپرد کرتا ہوں خدا را ان کے حق میں اچھا سلوک رکھنے گا!

امام نے اس کا بازو تھام کر پوچھا: یونس! کیا ہوا دراجھے تو بتاؤ تمہیں کس نے ایذا پہنچائی ہے؟

یونس نے کہا: آقا! آپ موسیٰ ابن بنغا، کو تو جانتے ہی ہیں یہ عباسی حکومت کا صاحب اقتدار اور ظالم انسان ہے آج اس نے مجھے ایک قیمتی ننگ دیا تھا تاکہ اس پر نقش کندہ کروں لیکن نقش بنانے وقت اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، اب دیکھئے کیا ہوتا ہے ممکن ہے وہ مجھے ہزار تازیانے لگائے یا قتل کی سزا مقرر کرے۔

امام نے دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا: گھبراؤ نہیں کچھ نہ ہوگا، جاؤ اپنے گھر جاؤ انشاء اللہ کل اچھی خبر سنو گے۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی موسیٰ ابن بنغا کا فرستادہ یونس نقاش کے پاس آیا اور دربار میں چلنے کی خواہش ظاہر کی، یونس زندگی سے مایوس ہو چکا تھا، ڈرتا ڈرتا دربار میں پہنچا لیکن جب واپس ہوا تو مسکراتا ہوا آیا اور سیدھا امام کی خدمت میں گیا، امام نے فرمایا:

کہو کیا حال ہے بڑے خوش نظر آرہے ہو؟

یونس نے کہا: آقا! جب میں دربار میں پہنچا تو اس نے کہا کہ میری دو بچیاں اس
نگ کے لئے ضد کر رہی ہیں اگر ہو سکے تو اس کے دو ٹکڑے کرو و ہم تمہیں اس کا معقول معاوضہ
دیں گے میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن مجھے کچھ مہلت دو تاکہ اس بارے میں غور و فکر کر سکوں۔
امام نے مسکراتے ہوئے فرمایا: تم نے اچھا کہا ہے



قیدی کی رہائی کیسے ہوئی؟

”علی ابن خالد“ کا بیان ہے کہ ایک مرد شامی کو قیدی بنا کر ”سامراء“ لایا گیا، سنا تھا کہ وہ نبوت کا مدعی ہے ایک روز میں داروغہ زندان سے اجازت لے کر اس قیدی کے پاس گیا، مجھے وہ بافہم اور عقلمند نظر آیا، میں نے اس سے پوچھا: تمہارا قصہ کیا ہے؟ کیوں تمہیں قید کر کے یہاں لایا گیا ہے؟

قیدی نے کہا: شام میں ایک جگہ ”راس الحسین“ کے نام سے مشہور ہے، یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک رکھا گیا تھا، میں ہر روز اس جگہ عبادت کیا کرتا تھا، ایک رات میں ذکر خدا میں مصروف تھا کہ اچانک ایک بزرگوار کو اپنے سامنے کھڑے دیکھا انہوں نے مجھ سے کہا: کھڑے ہو جاؤ! میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ ہوا ابھی کچھ دور ہی پہنچے تھے کہ دیکھا میں مسجد کوفہ میں ہوں، ہم نے وہاں نماز پڑھی اور باہر آ گئے، اس کے بعد جب چند قدم آگے بڑھے تو دیکھا میں مسجد نبوی میں ہوں ہم نے آنحضرت کے روضہ اطہر کی زیارت کی، نماز پڑھی اور پھر وہاں سے بھی چل دئے کچھ دیر بعد اچانک دیکھا ہوں کہ مکہ میں خانہ کعبہ کے پاس کھڑا ہوں ہم نے طواف کیا نماز پڑھی اور باہر آ گئے پھر چند قدم چلے تو دیکھا کہ میں شام میں اُسی جگہ ہوں جہاں ہمیشہ عبادت کیا کرتا تھا

اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا، ایک سال کے بعد وہ بزرگوار پھر آئے اس مرتبہ بھی یہ

سب واقعات پیش آئے جو پچھلے سال پیش آئے تھے لیکن اس بار میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں حضرت امام علی نقیؑ کا بیٹا محمد تقیؑ ہوں۔

یہ واقعہ میں نے بعض لوگوں سے بیان کیا جس وجہ سے یہ خبر محتصم عباسی کے وزیر "زیات" تک پہنچی، اس نے مجھے گرفتار کر کے یہاں بھیج دیا اور یہ افواہ پھیلا دی کہ میں نبوت کا دعو ایدار ہوں

علی ابن خالد کا بیان ہے کہ میں نے یہ سارا واقعہ زیات کو لکھا تا کہ وہ شامی کو قید سے رہا کر دے لیکن اس کج نیت نے میرے خط کی پشت پر جواب لکھ کر بھیجا کہ جو شخص رات میں سے شام سے کوفہ کوفہ سے مدینہ، مدینہ سے مکہ اور وہاں سے پھر شام لے گیا ہو اسی سے رہائی طلب کرے۔

علی ابن خالد کہتے ہیں کہ میں یہ جواب سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور دوسرے دن میں قید خانہ میں گیا تا کہ اسے صبر کی تلقین کروں لیکن جیسے ہی میں نے دربان سے اجازت لینا چاہی تو اس نے کہا: وہ شخص اب یہاں نہیں ہے کل رات قید خانہ سے معلوم نہیں کس طرح باہر چلا گیا مین میں دھنس گیا ہے یا آسمان میں اڑ گیا، ہم مسلسل تلاش کر رہے ہیں مگر اب تک اس کی کوئی خبر ہی مل سکی ہے۔



طُ دھول کا پول کیسے کھلا؟

ایک مرتبہ ”سامرا“ میں بارش نہ ہوئی، خلیفہ وقت ”معتد عباسی“ نے لوگوں کو نماز استسقاء کا حکم دیا، لوگ تین دن تک طلبِ بارش کی نماز ادا کرتے رہے لیکن بارش کے آثار دور تک بھی دکھائی نہ دئے، چوتھے روز ایک راہب اپنے آدمیوں کو لے کر جنگل میں نکلا اور جیسے ہی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فوراً آسمان پر بادل چھا گئے اور اسی وقت موسلا دھار بارش ہونے لگی، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور انکے دلوں میں راہب کا سکہ جم گیا دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا اور لوگ عیسائیت سے متاثر ہونے لگے، یہ بات خلیفہ وقت کو ناگوار گزری کہ اس کی حکومت میں یہ احساس قائم ہو لہذا اس نے ایک آدمی بھیجا اور قید خانے سے حضرت امام حسن عسکریؑ کو بلوا کر کہا: اے فرزندِ رسول! لوگ گمراہ ہو رہے ہیں، اس گمراہی سے آپ ہی بچا سکتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: راہب اور اس کے آدمیوں سے کہو کہ منگل کے دن پھر صحرا میں آئیں خلیفہ نے کہا: عوام کو اب بارش کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اب صحرائیں جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میں یہ بات شک و شبہ دور کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔
خلیفہ نے اعلان کر دیا اور منگل کے روز راہب اپنے آدمیوں کو لے کر صحرا میں پہنچا

امام حسن عسکریؑ بھی ایک بڑے گروہ کے ساتھ وہاں تشریف لائے، راہب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فوراً آسمان پر بادل چھائے اور بارش ہونے لگی۔

www.kitabmart.in

امام عالی مقامؑ نے حکم دیا کہ راہب کے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ اس سے لے لو، راہب کے ہاتھ میں ہڈی تھی امامؑ نے وہ ہڈی لے کر ایک کپڑے میں پیٹ دی اور راہب سے فرمایا: اب چاہے جتنی دعا کر بارش نہ ہوگی۔

غرض راہب نے دعا کی لیکن بارش نہ ہوئی بلکہ آسمان پر جو بادل تھے وہ بھی چھٹ گئے اور سورج نظر آنے لگا لوگوں نے نعرہٴ تکبیر بلند کیا اور حیرت سے امامؑ کو دیکھنے لگے خلیفہؑ نے امامؑ سے پوچھا: یہ ہڈی کیسی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: یہ ایک نبیؑ کے جسم کا ٹکڑا ہے جس کو انھوں نے نبیوں کی قبروں سے حاصل کیا ہے، جب یہ ہڈی آسمان کے نیچے آجاتی ہے تو بارش ہونے لگتی ہے۔
چنانچہ جب ہڈی کو آزمایا گیا تو امامؑ کی بات کو صحیح پایا۔



انقلاب مہدی کا پیش خیمہ

حضرت امام خمینیؑ ۲ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ کو ایران کے شہر خمین میں پیدا ہوئے والد ماجد آیت اللہ شہید مصطفیٰ موسوی اور جدِ امجد مرحوم سید احمد موسوی تھے۔

مصلحتِ خدا تھی یا تقدیر کا لکھا کہ آپ کا بچپن بھی آزمائشوں میں گزرا اور جوانی کا دور بھی، چنانچہ پیدا ہوئے تو والد محترم کے دستِ شفقت سے محروم ہو گئے اور پندرہ سال کی عمر میں اپنی عزیز بھوپتی اور مربی بانو صاحبہ کی تربیت سے محروم ہو گئے اس صدمہء جانکاه سے ابھی نہیں سنبھلے تھے کہ والدہ ماجدہ ہاجرہ بانو داغِ مفارقت دے گئیں یہ ایسے کٹھن مراحل تھے کہ جن کا تدارک ممکن نہیں تھا مگر امام خمینیؑ قدرت کے اس امتحان میں مجسمہٴ صبر بن کر اس طرح کامیاب ہوئے کہ آسمانِ قم پر ایک درخشاں ستارہ کی طرح چمکنے لگے اور ہر خاص و عام کی نظروں کا مرکز بن گئے۔

اُنکو صرف آسمانِ قم پر ہی نہیں چمکنا تھا بلکہ انڈونیشیا سے لیکر انتہائے افریقہ تک اپنے علم کی شعاعیں پھیلنا تھیں اور حاضر کے تقاضے پورے کرنے تھے اور عالمِ استعمار کے سرخ و سپید ظلم پر ضرب لگا کر حقوقِ بشریت کے علمبرداروں کو مبہوت کرنا تھا اور عالمِ اسلام کو جہود سے نکال کر تحریک کے جاذبہٴ ہر گامزن کرنا تھا، اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے تحریکِ اسلامی کا پرچم بلند کیا اور پہلوی خاندان کی آمرانہ حکومت سے ٹکرا کر اسے کافی صلہ کر لیا ظاہر ہے یہ کام اتنا آسان بھی نہ تھا بلکہ اس میں ہر طرح کی قربانی درکار تھی چنانچہ آپ قوم و ملتِ علماء اور تمام مراکز کو ساتھ لے کر اٹھ کھڑے

اور ہر خاص و عام کو استعمار کے پروپیگنڈوں سے آگاہ کیا جس کا رد عمل یہ ہوا کہ لوگ اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگے اور پہلی حکومت کے ہر منصوبے کو بنے نقاب کرتے رہے مگر استعمار اپنی پست حرکت سے کہے باز آسکتا تھا، اس نے اپنی جارحیت و سفاکی کا بڑی بے دری سے مظاہرہ کیا اور اپنے خونخوار کمانڈوز کے ذریعہ قم، تہران، اصفہان اور شہد جیسے بڑے شہروں میں خون کی ندیاں بہا دیں اور قدرت کا کمال دیکھئے کہ جیسے جیسے حکومت کے مظالم بڑھتے گئے لوگوں میں اتنا ہی جوش و دلولہ پیدا ہوتا گیا اور لاکھوں لوگوں کا ہجوم سڑکوں پر نکل پڑتا اور (آمرانہ حکومت مردہ باد) کے فلک شگاف نعروں سے شہنشاہیت کی چوچیں ہلا دیتا، آخر کار حکومت، امام حسینؑ کو جلا وطن کرنے پر مجبور ہو گئی چنانچہ ۵ اشعبان ۱۳۵۷ء کو ترکی، ۹ جمادی ۱۳۸۵ء کو عراق اور پھر فرانس مستقل کر دیا گیا۔

جلا وطنی کے دوران آپ اور آپ کے ہم دوش علماء، طلباء اور عوام کو جن مصائب سے گزرنا پڑا اس کو صاحبان بصیرت خود ہی محسوس کر سکتے ہیں لیکن کیا آمرانہ حکومت کی یہ سفاکیاں کارگر ہوئیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ایک دن وہ آیا کہ جب شہیدوں کے گرم خون نے جوش مارا اور اپنی سرخی سے ایران کی پیشانی پر ظالم اقتدار کی سیاہی کو مٹا کر ”جاء الحق و دحق الباطل“ لکھ دیا آج اسلام کی نورانی شعاعوں نے نہ صرف ایران بلکہ پورے عالم اسلام کو اپنی سپٹ میں لے لیا ہے اور اسلام کے چاہنے والے استعماری سازشوں سے آگاہ ہو چکے ہیں۔

یہ انقلاب کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک عظیم انقلاب یعنی ظہور مہدیؑ کا پیش خیمہ ہے جو خدائے بزرگ نے دور حاضر کے مسلمانوں کو ودیعہ فرمایا ہے۔



علامہ حلیٰ ایک بزرگوار کے ساتھ

قصص العلماء میں ہے کہ ایک مرتبہ علامہ حلیٰ اپنی سواری سے کربلائے معلیٰ جا رہے تھے راہ میں ایک بزرگوار سے ملاقات ہوئی جو پیادہ آپکے ساتھ چل دیئے اور بھڑپن راہ دونوں کے درمیان علمی مسائل پر تبادلہ خیال شروع ہوا جس سے علامہ کو یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ بزرگوار کو فیض عظیم علمی شخصیت کے مالک ہیں، اور ان کی معلومات بڑی قوی ہیں اس لئے علامہ نے اپنے بعض مشکل اور پیچیدہ مسائل کو حل کیا لیکن ایک مسئلہ میں جب انھوں نے اپنا نظریہ بیان کیا تو علامہ نے اس کو نہ مانا اور کہا کہ اس نظریہ پر کسی حدیث کی تائید نہیں ملتی، اس پر ان بزرگوار نے ”شیخ طوسی“ کی ”کتاب تہذیب“ سے ایک حدیث بیان کی اور مکمل حوالہ بھی دیا، علامہ بڑے متحیر ہوئے اور ایک نیا موضوع چھیڑتے ہوئے پوچھا کہ کیا اس دور میں امام زمانہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے؟ اتفاق سے اس سوال کے دوران علامہ کے ہاتھ سے چابک چھوٹ کر زمین پر گر گیا جسے اُن بزرگوار نے اٹھا کر علامہ کو پیش کرتے ہوئے فرمایا: کیوں نہیں ہو سکتا جبکہ ان کا ہاتھ چابک کے اس سرے پر ہے اور تمہارا چابک کے اُس سرے پر !! یہ سنا تھا کہ علامہ نے بے اختیار سو کرا اپنے کو سواری سے گرا دیا تاکہ پائے اقدس کا بوسہ دیں، لیکن حضرت کی عظمت و جلالت کی تاب نہ لاسکے اور فرط مسرت میں غش کھا کر گر گئے اور جب ہوش آیا تو امام غائب ہو چکے تھے۔

علامہ کربلا کی زیارت سے واپس ہوئے، کتاب ”تہذیب“ میں وہ حدیث نکالی اور اس پر حاشیہ لکھایا کہ یہ وہ حدیث ہے جس کی خبر امام زمانہ نے مجھے دی ہے۔ (عقائد مسلمہ ص ۲۱)

ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں گئی

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا شمار شیعوں کے نامور علماء میں ہوتا ہے ان کا انتقال ۳۸۱ھ میں ہوا اور تہران کے مضافات میں حضرت امام علی رضاؑ کے بھائی شہزادہ عبدالعظیمؑ کے قریب دفن کئے گئے، ۲۳۸ھ میں جب فتح علی شاہ قاجار کی حکومت تھی تو بارش کی وجہ سے آپ کی قبر میں شگاف پڑ گیا، اس کی اصلاح و مرمت کے لئے جب معمار مقبرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا نیچے کے سرداب میں شیخ صدوقؑ کی لاش بالکل صحیح و سالم ہے، یہاں تک کہ ہاتھوں پر مہندی کے نشانات بھی باقی ہیں جو شیخ نے انتقال سے پہلے لگائی تھی۔



قبر کلینی میں شیرخوار بچہ

ثقت الاسلام شیخ ابو جعفر کلینی مؤلف "اصول کافی" بغداد میں دفن ہیں، دولت عثمانیہ کے اقتدار میں ایک مرتبہ اس شہر کے ظالم حاکم نے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہما السلام کے روضہ اطہر کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ زیارت کے لئے لوگ کاظمین نہ سکیں، اس کا مشیر جو درحقیقت شیعہ تھا یہ خبر سن کر بڑا پریشان ہوا کہ اگر وہ اپنی زبان کھولتا ہے اور حاکم کو اس کے شیوہ ہونے کا شبہ ہو گیا تو یقیناً قتل کر دیا جائے گا، وہ ابھی کچھ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ حاکم اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے روانہ ہو گیا لیکن جب اس کا گذر شیخ کلینی علیہ الرحمہ کے مقبرہ کے قریب سے ہوا تو اچانک مشیر نے کہا: یہاں شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم اور مجتہد شیخ کلینیؒ کی قبر ہے ان کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا جسدِ قدس صبح و سالم محفوظ ہے لہذا اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر شیعوں کے امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کے روضہ کو ہاتھ دگانا خلاف مصلحت ہوگا۔

حاکم کو اپنے مشیر کی یہ بات پسند آئی اور اس نے شیخ کلینیؒ کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھود گئی تو دیکھا کہ پکا جسد مبارک صبح و سالم لحد میں رکھا ہے اور ایک شیرخوار بچہ کی میت بھی آپ کے برابر میں محفوظ ہے۔

ظالم حاکم یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور اس نے کاظمین جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

شیخ انصاری دام شیطان سے بچ نکلے

جناب "شیخ انصاری" علیہ الرحمہ کے کسی شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان کے ہاتھ میں کچھ رگامیں ہیں میں نے پوچھا "اے دشمن ازلی! تو یہ رگامیں کس لئے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے؟" کہا: "لوگوں کی گردنوں میں ڈال کر انہیں اپنی طرف کھینچتا ہوں، کل میں نے تمہارے استاد شیخ انصاری کی گردن میں بھی ڈال دی تھیں اور کمرے سے کھینچ کر گھر کے دروازے تک لے آیا تھا، مگر افسوس کہ جب میں نے ان کو سامنے والی گلی کے نصف تک پہنچا دیا تو وہ مجھ سے چھوٹ کر واپس چلے گئے۔"

شاگرد جب بیدار ہوا تو شیخ انصاری کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا شیخ نے فرمایا: شیطان نے تم سے ٹھیک کہا ہے، کل وہ ملعون ازلی اپنے دلغریب بہانوں سے مجھے اپنے دام میں پھنسانا چاہتا تھا، دراصل واقعہ یہ ہوا کہ گھر میں کوئی چیز درکار تھی، لیکن پیسے ہونے کے سبب دل میں سوچا کہ ہم مبارک امام سے کلام پاک کا ایک نسخہ جو میرے پاس بے مصرف پڑا ہے اسے بیچ دوں اور اس کی رقم کو بطور قرض لیکر اپنے مصرف میں لے آؤں اور بعد میں وہ قرض ادا کر دوں، میں یہ ارادہ کر کے کلام پاک کا نسخہ لیکر گھر سے باہر آ گیا اور گلی کے نصف تک پہنچ گیا اور جب جنس خریدنے لگا تو عین وقت پر مجھے خیال آیا کہ اس قسم کی حرکت کیوں کروں، میں اپنے اس ارادے پر پھپھٹا یا اور شرمندہ ہو کر گھر واپس چلا آیا اور قرآن پاک کو اس کی جگہ رکھ دیا اور اس طرح دام شیطان سے بچ نکلے۔ (ماخوذ از کتاب استعاذہ شعیبہ و تنقیہ ص ۲۳)

اشوب چشم سے ہمیشہ کیلے ہوتا

”آیت اللہ برود جردی“ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر ”برود جرد“ میں تھا کہ ایک بار اشوب چشم میں مبتلا ہو گیا اور کافی علاج کے باوجود بھی میری آنکھیں ٹھیک نہ ہو سکیں، یہاں تک کہ ایام عزا آچنے، ان دنوں میں ماتمی دستے ہمارے گھر بھی آتے ہیں، عاشور کی صبح بھی جب ماتمی دستے ہمارے گھر سینہ زنی میں مشغول تھے، میں رو رہا تھا اس وجہ سے میری آنکھوں میں تکلیف کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی، اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں ان عزاداروں کے سرو صورت پر چھی ہوئی خاک کو اپنی آنکھوں میں لگا دوں، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھے سکون مل گیا اور درد جاتا رہا۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی آپ کو عینک لگانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی جب کہ ہمیشہ لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

ع گل منسوب بہ تو معجزہ و درمان است
نظری کہ کہ دوائے ہمہ درد ہایم است

اعجاز عرف پھالی کی سچی داستان

محلہ "لکڑمند وزیر آباد" (پنجاب) میں اہل سنت والجماعت کا ایک گھرانہ عاشقِ آلِ محمد تھا اس گھر میں "اعجاز عرف پھالی" نام کے ایک جوان کی زبان گوئی گئی تھی اور بات چیت اشاروں میں کیا کرتا تھا، اعجاز کے گھر والے اُسے لیکر امام بارگاہ قاضی غالب علی شاہ وزیر آباد پہنچے اور منت مانی کر گھسارے اس نوجوان کو زبان مل گئی، تو ہم اس امام بارگاہ میں حاضری دیں گے۔

مورخہ ۱۱ محرم ۱۹۸۲ء کو اعجاز کی زبان اچانک نعرہ حیدری (یا علی) رگانے سے بالکل ٹھیک ہو گئی، بس کیا تھا اس کے گھر والوں نے پورے محلہ میں مٹھائیاں تقسیم کیں اور اعجاز عرف پھالی نے مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری قبول کر لیا

ہم پر نہ چلا زور زمانے میں کسی کا
جب نام یا حضرت عباس علی کا



مغرور سپاہی کو سزا

تقریباً ۳۲۵ھ کی بات ہے کہ جب ترکی فوج عراق میں آئی تو ایک فوجی جوان غلامتِ جنگ کے ساتھ روضہ امام حسین میں داخل ہونے لگا، خدام نے منع کیا کہ آپ ہتھیار اتار دیں اور پھر روضہ منورہ میں داخل ہوں لیکن وہ نہ مانا اور ہتک آمیز کچھ فقرے بھی ادا کئے، جس کا مطلب تھا کہ صاحبانِ مزار مشیتِ خاک ہیں، ابھی وہ دروازے کے اندر داخل ہی ہوا تھا، کہ اس مغرور سپاہی کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ پڑا جس سے اس کا منہ پھیر گیا، اور جو پستول کمر میں لگائے ہوئے تھا اس سے از خود گولی چلی، گولی کی آواز نے ہنگامہ کھڑا کر دیا، سپاہی زخمی ہو کر زمین پر گر الوگ اُسے اٹھا کر باہر لے گئے، اس کے جسم سے خون ریس رہا تھا، تھوڑی دیر بعد اُسے اپنے غرور کا جواب مل گیا اور روحِ واصلِ جہنم ہو گئی، اس ہیبت ناک واقعہ کے بعد شب میں خدام اور عالمِ دوراں کو بشارت ہوئی کہ جب وہ گستاخ سپاہی حرم میں داخل ہو رہا تھا اس وقت بھائی کی خدمت میں بھائی موجود تھا بھی حضرت عباسؓ عمار روضہ حضرت امام حسینؑ پر حاضری دینے آئے تھے اور اس گستاخی کو برداشت کر سکے آپ ہی نے اس کو یہ سزا دی تھی^۱

ع کہا عباس نے فوجِ عدو سے اب کہاں ہیں وہ صفوں سے جو نکلتے تھے بڑے جبار بن بن

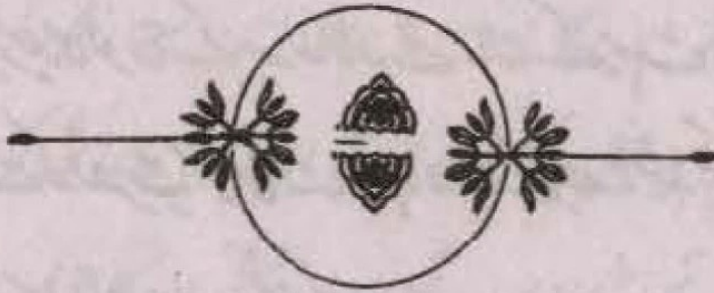
شاہ اسماعیل قبر حُر پر

ایران کا بادشاہ، اسماعیل صفوی، زیارت کی غرض سے کربلائے معلیٰ پہنچا، چنانچہ پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ اطہر کی زیارت کی اور پھر جناب عباسؑ و دیگر شہداء کربلا کے روضوں کی زیارت سے مشرف ہوا لیکن جناب حُر کی قبر پاک پر نہیں گیا جو امام حسین کے روضہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے لوگوں نے وجہ پوچھی تو بادشاہ نے کہا: اگر حُر کی توبہ قبول ہو گئی ہوتی تو پھر حضرت سے الگ کیوں دفن کئے جاتے، ساتھیوں نے کہا: اعلیٰ حضرت! جناب حُر یزیدی فوج کے سپہ سالار تھے، ان کے بہت سے عزیز بھی لشکر یزیدی میں موجود تھے لہذا ہو سکتا ہے کہ نصرتِ حسینؑ میں شہادت کے بعد لاشہ حُر کو ان کے عزیز میدان جنگ سے اٹھا کر لے گئے ہوں اور وہاں دفن کر دیا ہو۔

بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے میں حُر کی قبر پر چلتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میں ان کی قبر کھدواؤں گا اگر وہ واقعاً شہید ہوئے ہیں تو ان کی لاش صحیح و سالم ہوگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر قبر کو ویران گاہ بنوا دوں گا۔

اس تصمیم کے بعد شاہ اسماعیل، علماء اور اپنے خاص مشیروں کے ہمراہ جناب حُر کی قبر مبارک پر پہنچا اور نبش قبر کا حکم دیا جب قبر کھدائی تو سب حیرت میں پڑ گئے دیکھا لاشہ حُر تروتازہ خون میں غلطاں ہے اور جسم پر بے شمار زخم لگے ہیں جس سے خون رِس رہا ہے اور

وہ رومال جو روز عاشورا امام منکوم نے جنابِ حُرّ کی پیشانی پر باندھا تھا اُسی طرح بندھا ہوا ہے۔
 بادشاہ یہ منظر دیکھ کر رونے لگا اور حُرّ کی پیشانی سے رومال کھو لئے لگا تاکہ رومال کی برکت
 سے ملک میں امن و امان باقی رہے لیکن اچانک پیشانی سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا، بادشاہ
 کو اپنا ہاتھ روکنی پڑا اور صرف رومال کا ایک گوشہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکا۔
 اس کے بعد شاہ اسماعیل نے قبرِ مطہر پر ایک مقبرہ بنوایا اور لوگوں کو زیارت کے
 لئے تاکید کی۔



کورِ مادرِ زاد کو چشمِ بینا مل گئی

عبداللہ ابن یونس کا بیان ہے کہ میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا، ناگہاں راستہ میں ایک نابینا زن حبشیہ کو دیکھا کہ وہ ہاتھوں کو اٹھائے یہ دعا کر رہی ہے: پروردگار! بحق علیؑ مجھے چشمِ بینا عطا فرما! یہ دیکھ کر میں قریب گیا اور اس سے پوچھا: اے خاتون کیا تو واقعی علیؑ کو دوست رکھتی ہے جواب دیا بیشک میں علیؑ کو دوست رکھتی ہوں وہ میرے مولا و آقا ہیں یہ سن کر میں نے اُسے بہت سے درہم و دینار دینا چاہے مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بولی مجھے صرف آنکھیں چاہئے درہم و دینار نہیں عبداللہ ابن یونس کا بیان ہے کہ میں اسے چھوڑ کر مکہ معظمہ چلا آیا اور حج سے فارغ ہو کر جب میں اسی جگہ پہنچا تو بلیھا وہ خاتون چشمِ بینا کی مالک ہے اور سب کچھ دیکھ بھال رہی ہے، میں نے اس سے ماجرہ چھا تو جواب دیا کہ میں بدستور ہی دعا کر رہی تھی کہ اچانک ایک بزرگوار نمودار ہوئے اور پوچھا: کیا تو واقعی علیؑ کو دوست رکھتی ہے میں نے جواب دیا ہاں میں علیؑ کو دوست رکھتی ہوں انھوں نے فرمایا: خدا یا اگر یہ عورت اپنے دعوائے محبت میں سچی ہے تو اسے بینائی عطا فرما۔

ابھی ان کے یہ الفاظ ختم نہ ہوئے تھے کہ میری آنکھیں کھل گئیں اور میں سب کچھ دیکھنے لگی، میں نے فوراً اپنا سر ان بزرگوار کے قدموں میں رکھ دیا اور پوچھا حضور آپ کون ہیں؟ فرمایا: وہی ہوں جس کے واسطے سے تو دعا کر رہی تھی اے

ایک جنگجو خاتون

جب جنگ اُحد شروع ہو چکی تو نسیہ بنت کعب نے اپنے شوہر اور بیٹے کو روانہ اجہاد کر دیا اور پانی سے بھری مشک اپنے کاندھے پر اٹھا کر خود بھی میدانِ کارزار میں جا پہنچی جہاں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور مجاہدوں کو سیراب کرنا شروع کر دیا، زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام بھی نسیہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اور جو بھی زخم کھاتا نسیہ فوراً اس کے سر ہانے پہنچ جاتی اور مرہم پٹی کر کے اُسے دوبارہ محاذ پر روانہ کر دیتی اس وقت نسیہ کی خواہش صرف یہ تھی کہ کسی طرح مجاہدین کفار کو شکستِ فاش دیکر عظمتِ اسلام بڑھا دیں اس لئے پوری جانفشانی سے ان کی ہمت بندھا رہی تھی، مگر اچانک پہاڑی دڑے پر تعینات محافظین کی لا پرواہی سے جنگ کا نقشہ بٹ گیا اور اسلامی فوج منتشر ہو گئی اور کسی بد بخت نے یہ افواہ پھیلا دی کہ محمد قتل کر دیے گئے۔

نسیہ نے جب اس خطرناک صورتحال کو محسوس کیا تو تلووار اٹھا کر خود دشمن پر ٹوٹ پڑی اور بڑی بہادری سے جنگ کرتی ہوئی دشمنوں کے مد مقابل جا پہنچی اور بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کر ڈالا نسیہ کے اس ایمانی جذبے اور دلیرانہ جدوجہد سے مجاہدوں کی ہمت بندھ گئی اور انھوں نے اپنے دستے ترتیب دیکر دوبارہ جنگ شروع کر دی، مگر اچانک کسی دشمن نے نسیہ کو نشانہ بنا کر زخمی کر دیا، خون کا فوڑا جاری ہو گیا، پیغمبرِ اسلامؐ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس کے بیٹے کو حکم دے کر وہ ماں کی حفاظت اور مرہم پٹی کرے، بیٹا جب ماں کے قریب پہنچا تو وہ بھی کسی کے

نشانہ کی زد میں اگر زخمی ہو گیا، نسیبہ اپنا غم بھوگئی اور فوراً بیٹے کی مرہم پٹی کر کے دوبارہ میدان جنگ میں روانہ کر دیا، ابھی نسیبہ کی مرہم پٹی نہ ہوتی تھی کہ پیغمبر اسلام نے ایک دشمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے بیٹے کو زخمی کرنے والا شخص یہ ہے، نسیبہ فوراً زخمی شیرنی کی طرح اٹھی اور نوار لے کر اس کا فرپر ٹوٹ پڑی اور ایک ہی جھلے میں اس کو واصل جہنم کر دیا۔

اس جنگو خاتون نے اپنے ایمان کی تازگی اور بلند ہمتی سے ثابت کر دیا کہ عورت بھی حفظِ دین کے لئے نمایاں کردار پیش کر سکتی ہے،

حضرت امام خمینیؑ عورت کے متعلق فرماتے ہیں: عورت معاشرے کی مُہر بٹی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ انسان ساز بھی بن سکتی ہے اور انسان سوز بھی۔



صفیہ اسلام کی عظیم خاتون

حضرت حمزہؓ رسول خدا کے حقیقی چچا تھے، اور شجاعت و بہادری کی وجہ سے انھیں شیر خدا کہا جاتا تھا۔ اسلام کی عظیم خاتون جناب صفیہؓ انھیں کی بہن تھیں، بھائی کی طرح انھوں نے بھی دیوبند، بہادری اور بلند ہمتی و رشتہ میں پائی تھی بڑے بڑے سورما ان کے نام سے گھبراتے تھے، جنگ میں عورتوں نے جب اپنے کیمپ کے نزدیک ایک یہودی جاسوس کو دیکھا تو صفیہؓ نے اپنے ہاتھ میں ایک نیزہ اٹھایا اور اس کی ایسی خبر لی کہ وہیں ڈھیر ہو گیا جبکہ یہ جاسوس اپنے ظلم و جور اور غارتگری میں بہت مشہور تھا، اس طرح جنگ اُحد میں جب آپ کو مسلم فوج کی پشیمردگی کا پتہ چلا تو جذبہ ایمانی اور ہاشمی غیرت نے جوش مارا اور عورتوں کے کیمپ سے نکل کر میدان میں کود پڑیں اور پیغمبر اسلامؐ کی مدد کیلئے مسلم فوج کی ہمت افزائی کرنے لگیں، جب آپ کی بہادری و شجاعت کا شاہدہ خود پیغمبر اسلامؐ نے کر لیا تو بڑے خوش ہوئے لیکن اس خیال سے کہ مبادا آپ شہید کر دی جائیں آپ کے بیٹے کو حکم فرمایا کہ جا کر اپنی مائیں کی حفاظت کرو، اس جنگ میں جب صفیہؓ کو اپنے بہادر بھائی جناب حمزہؓ کی شہادت کے بارے میں معلوم ہوا تو اپنے خاص ایمانی جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ صرف راہِ خدا میں ہوا، میں اپنے بھائی کی شہادت پر فخر کرتی ہوں خدا اس کے عوض ہمیں جزائے خیر دے گا اس کے بعد بارگاہِ احادیث میں دستِ دعا بلند کئے اور بھائی کی لاش پر چادر ڈالی کہ جس کو ابوسفیان کی بیوی ”ہندہ“ نے چیر ڈالا تھا اور جگر نکال کر دانتوں سے چبایا تھا۔

کیا آج کے اس بھیاںک دور میں کوئی مسلم خاتون پیدا نہیں ہو سکتی جو صفیہ کی طرح قوت
ایمانی اور اسلامی غیرت کا مظاہرہ کر سکے اور کم از کم اپنے حجاب سے ہندہ جیسی جگر خوروں کے
وانت کھٹے کر ڈالے، اس کے لئے صرف ایمان، غیرت اور شجاعت چاہئے پھر دیکھیے۔
کتنی صفیہ پیدا ہوتی ہیں جو اپنے مومن بھائیوں کی ہمت بڑھا کر اسلام و قرآن کی حفاظت کے
لئے ان کو آمادہ پیکار کر سکتی ہیں۔

کیا اچھا فرمایا ہے امام محمدیؑ نے کہ:
”عورت کے دامن سے مرد کو معراج ملتی ہے۔“



ایک الوکھا تجربہ

”ابن بابویہؒ سے مروی ہے کہ ایک روز ”رسول اکرمؐ“ گرمی کی وجہ سے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آتا ہے اور اپنا لباس اٹاکر تپتی زمین پر لیٹ جاتا ہے اور کبھی اپنے پیٹ کو اور کبھی اپنی پیشانی کو گرٹنے لگتا ہے، اور اپنے آپ سے کہتا جاتا ہے ”دیکھ خدا کا عذاب اس گرمی سے زیادہ دردناک ہے“

آنحضرتؐ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا لباس پہن لیا، آپ نے اس کو بلا کر پوچھا: اے شخص! میں نے تجھ کو ایسا کام کرتے دیکھا ہے جو کسی دوسرے کو نہیں دیکھا بتا تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے؟

اس نے عرض کی: اس کا سبب صرف خوف خدا ہے اور میں اپنے نفس کو یہ گرمی اس لئے پہنچا رہا ہوں تاکہ یہ جان لوں کہ خدا کا عذاب اس سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور اس کی سختی قابل تحمل نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یقیناً تو خدا سے ایسا ہی ڈرتا ہے جیسا ڈرنے کا حق ہے اور خدا بھی تیرے اس خوف کی وجہ سے فرشتوں میں فخر و مباہات کرتا ہے۔

روزِ شرمیری آنکھوں کے سامنے ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن نماز صبح کے بعد پیغمبر اسلام کی نظر حارثہ ابن مالک پر پڑی دیکھا ان کا سر مسلسل بیداری کی وجہ سے نیچے لٹکا ہوا ہے، چہرہ زرد و بدن کمزور اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی ہیں، آنحضرتؐ نے پوچھا: تم نے کس حالت میں صبح کی اور اب تمہارا کیا حال ہے؟ حارثہ ابن مالک نے جواب دیا: یقین کے ساتھ، فرمایا ہر دعویٰ کی دلیل ہوتی ہے، بتاؤ تمہارے یقین پر کیا دلیل ہے؟

کہا وہ چیز گواہ ہے جو مسلسل مجھے ہمگین اور پریشان رکھتی ہے راتوں کی نیند حرام اور دنوں کو روزہ رکھنے پر آمادہ رکھتی ہے، میرا دل اس دنیا سے اکتا چکا ہے، اور تمام چیزوں کو میرا دل مکروہ خیال کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ میرا خدا پر یقین اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ گویا میں یومِ حساب کے لئے بنائے گئے عرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور تمام محسوس لوگ میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان کے درمیان کھڑا یہ دیکھ رہا ہوں کہ اہل بہشت کرسیوں پر بیٹھے بہشت کی نعمتوں سے مستفیض ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت بھری گفتگو میں مشغول ہیں جبکہ اہل جہنم عذاب میں مبتلا ہیں اور فریاد و فغاں کر رہے ہیں، گویا جہنم کی دردناک آوازیں اب بھی میرے

کانوں میں آرہی ہیں۔

آنحضرتؐ نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: دیکھو! خدا نے اس کے دل کو نور ایمان سے کس طرح بھر دیا ہے، پھر عارشہ سے فرمایا: اے عارشہ تم اسی حالت پر قائم رہو، انھوں نے عرض کی: آقا! آپ میرے لئے دعا فرمائیے۔
کہ خدا مجھے شہادت عطا فرمائے۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی اور چند روز کے بعد عارشہ صحابیؓ
رسولؐ حضرت جعفر طیار کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔



باب دنیا کا عاشق اور بیٹا سیراز

ابو عامر بصری بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میرے باغ کی دیوار گرسٹھی میں اس کی مرمت اور لپائی کے لئے ایک مزدور کی تلاش میں نکلا، بازار پہنچ کر میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا جس کے چہرے سے عظمت و بزرگی کے آثار چمک رہے تھے، وہ پلیا اور بیلپہ لئے ہوئے تھا اور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔

میں اس کے قریب گیا اور پوچھا: کیا تم مزدوری کر سکتے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا: کیوں نہیں! کام ہی کے لئے تو پیدا ہوا ہوں فرمائیے کیا کام ہے؟ میں نے کہا: دیوار کی مرمت اور لپائی، اس نے کہا: ٹھیک ہے مگر میری مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ ہوگی اور نماز کے وقت میں کام نہیں کروں گا، میں نے یہ شرطیں منظور کر لیں اور اپنے ساتھ لے جا کر اسے کام پر لگا دیا۔

شام ہوئی تو دیکھا اس نوجوان نے اکیلے دس مزدوروں کے برابر کام کیا ہے، اس لئے میں نے جیب سے دو درہم نکالے اور اس کی طرف بڑھائے، اس نے قبول نہیں کیا اور جی ایک درہم اور دانگ لیکر چلا گیا۔

اگلے دن میں پھر اسی نوجوان کی تلاش میں نکلا، وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن ہی آتا ہے میں نے کام روک دیا اور جب ہفتہ کا دن آیا تو پھر اس کی تلاش میں نکلا، وہ

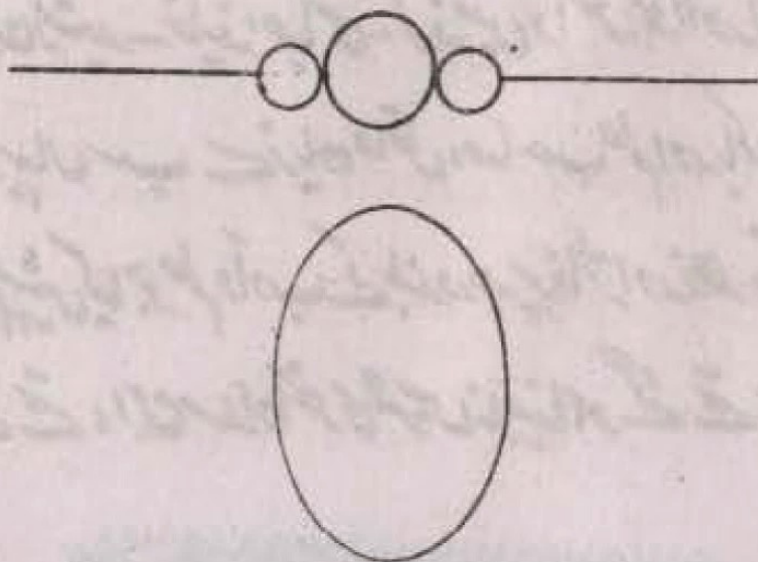
نوجوان اسی حالت میں بیٹھا تھا اور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، میں قریب گیا، اور سلام و دعا کے بعد اُسے کلم پڑھے آیا اور خود کچھ فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا جب وہ کام کرتا ہے تو غیب سے اس کی مدد ہوتی ہے اور کام سہما نظر آتا ہے، اس بار شام کے وقت میں نے اُسے تین درہم دینا چاہے، مگر اس نے انکار کیا اور وہی ایک درہم و دانگ لے کر چلا گیا۔

تیسری بار ہفتہ کے دن جب بازار گیا تو میں حیران رہ گیا، کیونکہ اس دن وہ نہیں آیا تھا، پتہ چلا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے اور ایک کھنڈر میں پڑا ہے میں نے ایک آدمی کی منت سماجت کی اور اس کی رہنمائی سے جب وہاں پہونچا تو دیکھا وہ نوجوان ڈھیلے پر سر رکھے بے ہوش پڑا ہے میں جھکا اور اس کا شانہ ہلایا لیکن حالت احتضار کی وجہ سے اس نے کوئی توجہ نہ کی میں نے پھر جھنجھوڑا تو اُسے کچھ ہوش آیا جب اس نے مجھے پہچان لیا تو میں نے اُسے سلام کیا اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھنا چاہا، لیکن اس نے انکار کیا بلکہ مجھے چھوڑ دو یہ سر خاک کے لئے ہی سزا دار ہے میں نے اس کا سر زمین پر رکھ دیا، وہ عربی کے کچھ اشعار پڑھنے لگا میں نے کہا: اگر تمہاری کچھ وصیت ہو تو بیان کرو۔

نوجوان نے کہا: میری وصیت یہ ہے کہ جب میں مرجاؤں تو میرا مردہ جسم خاک پر ڈال کر خدا کی بارگاہ میں کہنا کہ پروردگار یہ تیرا ذلیل بندہ دنیا اور مقام و منصب سے بھاگ کر تیری طرف آیا ہے تاکہ تو اُسے قبول فرمائے ہذا اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما اور اس کے گناہوں کو بخش دے پھر جب مجھے دفن کر دو تو میرے کپڑے اور پہلی قبر کھودنے والے کو دینا اور یہ قرآن اور انگھوٹھی میرے باپ، بہن و بھائی کے لئے دینا، تک پہونچا دینا اور کہنا کہ یہ ایک غریب نوجوان کی امانت ہے پھر اس کو یہ پیغام دینا، لَا تَمُوتُنَّ حَتَّىٰ تَعْلَمَ الْغُلَاظُ اَدَاكُنَّ اور روح قفسِ عنصری سے

پر واز گر گئی ہے

یہ نیک چلن نوجوان کوئی اور نہیں تھا بلکہ "ہارون رشید" خلیفہ عباسی کا بیٹا تھا یہ باپ کی
بادشاہت اور اس کے مقام منصب کو ٹھکر کر خشنودی خدا کی تلاش میں نکلا تھا، جو آخر
اسے مل گئی۔



افسوس کہ میں پہچان نہ سکا

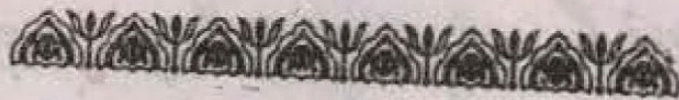
ایک مرتبہ ہارون رشید۔ خلیفہ عباسی۔ کوفہ میں داخل ہوا اور اس شہر کے علماء و فضلاء کے بارے میں پوچھا کہ یہاں سب سے زیادہ عاقل، صاحب علم اور باکمال شخص کون ہے، لوگوں نے "ابن سداد" کا نام پیش کیا جو علم و ادب کے بلند درجہ پر فائز اور زہد و تقویٰ میں سب سے افضل شمار کئے جاتے تھے، ابن سداد آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ایک مسجد میں عبادت کیا کرتے تھے۔

ہارون رشید نے جب یہ سنا تو ابن سداد سے ملاقات کا شوق دل میں پیدا ہوا اور اپنے کچھ ہمراہیوں کے ساتھ مسجد میں آیا دیکھا کہ ابن سداد مشغول نماز ہیں وہ ان کے پاس جا بیٹھا اور جب نماز ختم ہوئی تو بڑی گرم جوشی سے ملا، سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اپنا تعارف کرانے سے باز رہا، ابن سداد نابینا ہونے کے سبب ہارون کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔ لیکن جب مصافحہ کیا تو اس کے ہاتھ کو دباتے ہوئے کہا: میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ ہاتھ کسی ظالم و جابر شخص کے ہیں، اے شخص اپنے ان نرم و ہلکے ہاتھوں پر رحم کھا اور آتش دوزخ سے نجات دے۔ ہارون ابن سداد کی اس بات سے بڑا متاثر ہوا اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے اور بھراں ہوئے آواز میں کہا: مجھے کچھ اور عطا و نصیحت کریں۔

ابن سداد نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے ہارون کو قیامت کا خوف دلایا اور دوزخ کے

دردناک عذاب سے ڈرایا جس سے روتے روتے اس کا بُرا حال ہو گیا۔

موقوفہ کے بعد جب ہارون رشید زخمت ہو کر چلا گیا تو لوگوں نے ابن سدا سے کہا: تم نہیں جانتے
یہ کون تھا یہ خلیفہ وقت ہارون رشید تھا جو تم سے ملاقات کے لئے یہاں آیا تھا ابن سدا نے کہا:
فسوس کہ میں اُسے پہچان نہ سکا، خدا کی قسم اگر مجھے پیدے پتہ چل جاتا کہ یہ ہارون ہے تو میں ہرگز اس سے
مصافحہ نہ کرتا اور اس کی کسی بات کا جواب نہ دیتا۔



ایک پرندہ سے بادشاہ متاثر

جناب سید جزائری » اپنی کتاب » انوار نعمانیہ « میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک ظالم بادشاہ شکار کے لئے کسی جنگل میں گیا، جب شکار کھیلتے کھیلتے دوپہر ہو گئی تو غلاموں نے کھانا تیار کیا اور مرغ بھون کر اس کے سامنے پیش کیا، اچانک ایک شاہین آسمان کی بلندیوں سے جھپٹا اور چشم زدن میں بھٹنا ہوا مرغ لے اڑا، بادشاہ بڑا غضبناک ہوا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کا پیچھا کریں اور خود بھی شاہین کے تعاقب میں روانہ ہوا مگر شاہین ایک پہاڑ کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف پہنچ کر غائب ہو گیا، یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک انسان زمین پر پڑا ہے جس کے ہاتھ پیر بندھے ہیں اور شاہین اپنی چونچ سے اس کو گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر کھلا رہا ہے، پھر جب گوشت ختم ہو چکا تو وہ اپنی چونچ میں پانی بھر کر اس کو پلانے لگا۔

بادشاہ اور اس کے سپاہیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اس قیدی کے پاس آئے اور اس کا حال دریافت کیا، اس نے کہا: میں ایک تاجر ہوں اور تجارت کے لئے جا رہا تھا کہ ان پہاڑوں میں چوروں کے ہتھے چڑھ گیا، انھوں نے میرا سامان لوٹ لیا اور پھر مجھے مارنا چاہا، لیکن جب میں نے ان سے التجا کی تو ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے یہاں چھوڑ دیا اور فرار ہو گئے دوسرے دن یہ پرندہ میرے لئے روٹی لایا اور آج کہیں سے بھٹنا ہوا مرغ، یہ روزانہ دو مرتبہ میری خبر گیری کرتا ہے۔

ہاوشاہ نے جب یہ سنا تو بڑا متاثر ہوا اور اچانک اس کی زبان سے نکلا: ”جس بادشاہت
لوگوں کی خدمت کا موقع نہ ملے اس بادشاہت میں کوئی فزا نہیں۔“

اس کے بعد اس نے اپنا تخت و تاج چھوڑ دیا اور اللہ کے عبادت گزاروں میں شامل ہو گیا

ع ترکِ گنہ میں لذتِ قلبی ملے جسے
وہ لذتِ حیات سے بیگانہ ہو گیا۔



بے حیا عابدِ ماحیات

لبنان کے کسی غار میں ایک عابد رہتا تھا، اس نے اللہ کے سوا ہر چیز سے دوری اختیار کر لی تھی اور سارا دن روزے میں بسر کرتا تھا، اُسے شام کو ایک روٹی مل جاتی تھی جو آدمی افطار پر کھاتا تھا اور آدمی سحر کیلئے رکھ دیتا تھا، وہ اپنی اس قناعت پر بے حد خوش تھا، لیکن ایک شام اس کو روٹی نہ ملی تو بھوک سے تڑپ اٹھا، بھوک میں رات تو بمشکل گزار دی مگر جب صبح ہوئی تو وہ اس دل پذیر غار کو چھوڑ کر ایک قریبی دیہات میں پنچا جہاں کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے، یہ ایک آتش پرست کے دروازے پر گیا اور اس سے اپنی بھوک کا اظہار کیا، آتش پرست نے اسے دو روٹیاں لاکر دیں۔

جب یہ عابد روٹیاں لے کر چلا تو اتفاق سے آتش پرست کا نحیف و لاغر کتا اس کے پیچھے دوڑنے لگا اور قریب آکر عابد کا دامن دبوچ لیا، کتا بھوکا تھا، عابد اس خوف سے کہ کہیں یہ کاٹ نہ لے ان میں سے ایک روٹی کتے کے آگے ڈال کر آگے بڑھ گیا، لیکن کتے نے روٹی کھا کر پھر اس کا پیچھا کیا، عابد نے خوف کی وجہ سے دوسری روٹی بھی کتے کے آگے ڈال دی، کتا وہ بھی کھا گیا اور دوڑ کر عابد کا دامن دبوچ لیا، اور اسے بھنبھونے

کی کوشش کرنے لگا، عابد نے یہ دیکھ کر کتے سے کہا : اب بے حیا کتے ہیں
 نے تجھ جیسا کتا کہیں نہیں دیکھا کتے نے کہا : اے صاحب کمال ! میں بے حیا نہیں بلکہ تو بے
 حیا ہے، میں بچپن سے اس آتش پرست کی دہلیز پر بیٹھا ہوں اور اس کی بھیڑوں
 کی رکھوالی کرتا ہوں، میرا مالک کبھی مجھے روٹیاں دیتا ہے اور کبھی کچھ بڈھاں میرے سامنے
 ڈال دیتا ہے اور کبھی یہ بھی بھول جاتا ہے اور میں بھوک سے تڑپتا رہتا ہوں اور
 اس طرح کئی دن گزر جاتے ہیں کہ مجھے روٹیاں دیکھنے کو نہیں ملتی لیکن دوسروں
 کے دروازے پر کبھی نہیں جاتا، کیونکہ اس آتش پرست کے دروازے پر پرورش
 پالی ہے اگر یہ مجھے کھلا دیتا ہے تو اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جب کچھ نہیں ملتا
 تو صبر کرتا ہوں یہ میرا انداز ہے لیکن ذرا تو خود کو دیکھ کہ صرف ایک رات روٹی
 نہ ملی تو تیرے صبر کا پیمانہ چکنا چور ہو گیا اور رازق مطلق کے دروازے سے
 منہ پھیر کر ایک آتش پرست کے آگے اکھڑا ہوا، تو نے صرف ایک روٹی کی
 خاطر اپنے دوست (خدا) کو چھوڑ دیا اور اس کے دشمن سے دوستی قائم کر لی
 اب تو خود ہی بتا کہ میں بے حیا ہوں یا تو؟!

عابد نے کتے کی یہ عبرت انگیز باتیں سنی تو غیرت و حیا سے منہ پھیر

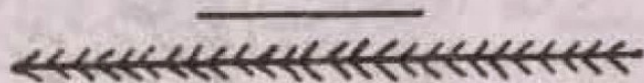
لیا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

اس واقعہ کو جناب شیخ بہائیؒ نے نقل فرمایا، لہذا وہ واقعہ کے آخر میں اپنے
 نفس کو مخاطب کرتے ہیں : اے نفس ! قناعت و صبر کا سبق اس
 بوڑھے اور ناتواں کتے سے سیکھ، اگر قوت و صبر و قناعت ساتھ نہیں دیتی تو پھر اس

کتے سے بھی زیادہ بدتر ہے ! — (منازل الاخرہ)

حسرت کا زہر

ایک "حریص تاجر" نے اپنا تیس ہزار کا مال ایک لاکھ میں بیچ ڈالا، وہ اس نفع پر بڑا خوش تھا، لیکن خریدار نے تیسرے دن جب وہی مال تین لاکھ کا فروخت کر دیا تو وہ دکھ سے بے حال ہو گیا کہ جلدی کر کے کیوں دو لاکھ کا نقصان اٹھایا ہے، اور یہی حسرت اس کے لئے زندگی کا روگ بن گئی، نہ دن کو چین ملا نہ رات کو نیند آتی، نہ کھانے میں لذت نہ پینے میں مزہ آتا، آخر کار ایک روز وہ چونا اور گندھک پھاٹک کراہنی زندگی کا چراغ گل کر بیٹھا اور ہمیشہ کے لئے حسرت کا داغ بیکر رخصت ہو گیا، ذرا سوچئے تو صحیح کہ یہ حریص تاجر حسرت کے زہر میں کس طرح گھلا کہ اپنی دنیا بھی برباد کرنی اور آخرت بھی جہنم کے بڑھکتے شعلوں کے سپرد کر دی یہ



پرخوری کا انجام

”اصفہان“ ایران میں ایک بڑا آدنی حسرہ کے مرض میں مبتلا ہو گیا علاج میں حکیم صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ پرخوری سے باز رہے ورنہ مرض پلٹ سکتا ہے اس دوران اصفہان کے کسی ”نواب“ نے علماء کے ساتھ کھانے پر اس کو بھی مدعو کیا، جب دسترخوان پر لیٹیں اور لذیذ کھانے چنے گئے تو یہ حضرت کشمکش میں پڑ گئے کہ اگر کھاتے ہیں تو پرہیز کوٹنا ہے ورنہ نہیں کھاتے تو خود کے لئے بھی سخت ہے اور میزبان کو بھی ناگوار گزرتا ہے، آخر کار قرآن مجید سے استخارہ کیا، سورہ نحل کی ۶۹ ویں آیت ﴿ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ نکلی، یہ آیت شہد کی مکھی کے لئے وحی تکوینی کی حیثیت سے نازل ہوئی ہے جس کا مطلب ہے سب پھلوں سے کھا اور شہد تیار کر وہ حضرت سمجھے کہ آیت کھانے کے سلسلے میں ہے لہذا آستین چڑھا کر دسترخوان پر چنے رنگارنگ و لذیذ کھانوں پر ٹوٹ پڑے، اور خوب شکم سیر ہو کر اٹھے مگر فوراً بد پرہیزی کے جینٹ چڑھ گئے اور اسی محفل میں جان بحق ہو گئے۔

بعد میں جب استخارہ سے متعلق بات چھٹیری تو ایک عالم دین نے فرمایا اس آیت کا روئے سخن شہد کی مکھی کی طرف ہے اگر یہ حضرت بھی ہر کھانے سے اس طرح کم لیتے جس طرح شہد کی مکھی چل و پھول سے لیتی ہے اور تھوڑا کھاتے تو ہرگز ضرر نہ اٹھاتے۔

آیات قرآن سے غلط مفہوم اخذ کرنا اور سوچے سمجھے بغیر اس کے ظاہری معانی سے کوئی مطلب کاٹنا درحقیقت انسان کیلئے اتنا ہی نقصان دہ ہے جتنا اس کے مفہوم و معانی کو اچھی طرح سمجھ کر نامفید ہے اور یہ کام عام انسان کے بس سے باہر ہے صاحب استعداد ہی اس کو انجام دے سکتے ہیں۔ (استغفار)

صدقہ دو امان میں رہو

ابن سباط نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپ فرماتے ہیں :- میرے اور ایک نجومی کے درمیان تقسیم زمین کا معاملہ درپیش تھا وہ اس انتظار میں تھا کہ ستارے کب اس کے موافق ہوں اور میرے مخالف، غرض وہ ایک ایسا ہی وقت دیکھ کر اپنے گھر سے نکلا، میں بھی روانہ ہوا، ہم نے زمین تقسیم کی اور تقسیم میں اچھا حصہ میرے حق میں آگیا۔ اس نجومی نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا:

آج جیسا منحوس دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، میں نے وجہ پوچھی، اس نے کہا: میں علم نجوم کا ماہر ہوں اور آپ کو میں نے ایسے وقت میں چلنے کی زحمت دی تھی کہ جب ستارے آپ کے خلاف تھے اور میرے موافق لیکن یہاں آکر زمین تقسیم کی تو معلوم ہوا کہ اچھا حصہ میرے حق میں نہیں آیا۔

میں نے کہا: میرے پدر بزرگوار نے حضور سحر کائناتؐ کی ایک حدیث نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دن کی نحوست دور ہو جائے تو وہ صدقہ سے رات کا آغاز کرے۔ میں جب گھر سے نکلا تھا تو پہلے صدقہ دیدیا تھا تم بھی ایسا ہی کیا کرو یہ تمہارے علم نجوم سے کہیں بہتر ہے۔

ایک سائے سے تقدیر بدل گئی

ایک مالدار اپنی زوجہ کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھا رنگارنگ کھانوں میں مصروف تھا کہ اتنے میں ایک فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اس نے کچھ مدد مانگی، یہ شخص دسترخوان سے اٹھا اور فقیر کو ادھر ادھر کی سناگر جھڑک آیا، خلائک کو یہ بات برسی لگی اور کچھ دن بعد ہی مالدار اتنا تنگ دست ہو گیا کہ اسے زوجہ کو طلاق دینا پڑی۔

عورت تو طلاق کے بعد اپنے گھر چلی گئی اور کچھ دن بعد دوسری شادی کر لی، مگر وہ شخص در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا، ایک دن جب اس عورت کا دوسرا شوہر دسترخوان پر بیٹھا اور کھانا کھانے کے لئے اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اچانک ایک فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا، یہ شخص اپنی زوجہ سے کہنے لگا:

اچھا ہوا کہ فقیر بھی ہمارے کھانے میں شریک ہوا، لاؤ ایک پیالہ مرغ اس کو بھی دے آؤں، یہ کہہ کر وہ فقیر کو کھانا دینے چلا گیا اور جب واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی زوجہ کی آنکھوں میں آنسو جھپک رہے ہیں، اس نے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟ زوجہ نے اپنی ساری داستان سنا ڈال اور کہا: یہی میرا پہلا شوہر ہے کہ جو آج در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے! اس شخص نے کہا: خدا کی قسم میں بھی وہی فقیر ہوں جو اس شخص تمہارے دروازہ پر بھیک مانگنے گیا تھا۔

میں نے شیطان کی ماں کو دیکھا

»انوار نعمانیہ« میں جزائری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قحط سالی کے دوران ایک شخص مسجد کے منبر سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا، کہ اگر کوئی صدقہ دیتا چاہتا ہے تو شتر شیطان اس کے ہاتھ کو چمٹ جاتے ہیں اور صدقہ دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک شخص جو منبر کے قریب بیٹھا تھا اس نے تعجب کرتے ہوئے اپنے دوستوں سے کہا: بھلا صدقہ سے شیطان کا کیا تعلق، میرے پاس گھر میں کچھ گیموں ہیں جنہیں ابھی لا کر مسجد میں فقراء کو تقسیم کرتا ہوں اور دیکھا ہوں کہ شیاطین کس طرح مجھے روکتے ہیں۔

وہ شخص گھر پہنچا اور بیوی سے اپنا ارادہ بیان کیا، بیوی نے اپنا سر پیٹ لیا اور ملامت کرتے ہوئے کہا: اس قحط سالی میں تمہیں دوسروں کی فکر تو ستانے لگی اور اپنے بچوں کی کوئی پروا نہ رہی، اگر خدا نخواستہ قحط طولانی ہو گیا تو کیا فاقوں میں بسر کرو گے؟

یہ شخص بیوی کا حال دیکھ کر دوسرے میں پڑ گیا اور خالی ہاتھ مسجد میں لوٹ آیا، دوستوں نے پوچھا: کیا ہوا، خالی ہاتھ کیوں لوٹ آئے، دیکھا: آخر کار شیاطین تمہارے آڑے آہی گئے اور صدقہ دینے سے تمہیں روک ہی دیا، اس شخص نے جواب دیا: شیاطین تو مجھے نظر نہیں آئے البتہ ان کی ماں کو ضرور دیکھا ہے جو اس کا زخیر میں میرے آڑے آگئی یہ

حقیقی حاجی

جج کا زمانہ قریب تھا کہ ایک شخص نے سامان سفر تیار کیا اور عازم مکہ ہوا، ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک علوی خاتون پر پڑی جو صراہوا مرغ کوڑے سے اٹھا کر اپنے گھر لے جا رہی تھی، اُسے بڑا تعجب ہوا اور آگے بڑھ کر اس عورت سے کہا: اے خاتون! یہ مرغ شرعی طور سے ذبح نہیں کیا گیا ہے۔ کہا: میں جانتی ہوں مگر غریب و مفلسی نے مجھے اسی عمل پر مجبور کر دیا ہے۔

اس شخص کو عورت کے حال پر بڑا ترس آیا اور جج کا ارادہ ترک کر کے اپنا سارا سامان سفر اس کے حوالے کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد جب اس کے ساتھی جج سے واپس آئے اور وہ ان سے ملاقات کے لئے گیا تو کوئی کہتا تھا کہ میں نے تمہیں عرفات میں دیکھا ہے کوئی یہ اٹھار کر تا تھا کہ میں نے تم سے مشعر میں ملاقات کی اور کوئی یہ کہتا تھا کہ میں نے تمہیں متی میں دیکھا ہے۔

یہ سن کر اس مرد مومن کو بڑا تعجب ہوا اور اپنے زمانہ کے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی وجہ پوچھی تو امام نے فرمایا: یہ لوگ سچ کہتے ہیں کیونکہ اس عمل کی وجہ سے خدا نے تمہاری شکل میں ایک فرشتے کو روانہ کیا ہے جو ہر سال تمہاری طرف سے مناسک حج بجالاتا رہے گا۔

حقیقی عمر کیا ہے

”سکندر بادشاہ“ مختلف ممالک کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ”مراکش“ کے قریب ایک ایسے شہر میں داخل ہوا جس کی آب و ہوا انتہائی دلفریب اور پسندیدہ تھی، اس نے اپنے لشکر کو رکنے کا حکم دیا اور خود قریب میں واقع ایک قبرستان میں چلا گیا، جہاں اس نے ایک قبر پر لکھا ہوا دیکھا: ”مرحوم کا ایک سال کی عمر میں انتقال ہوا“ وہ کچھ آگے بڑھا تو دوسری قبر پر لکھا ہوا دیکھا: ”مرحوم نے تین سال کی عمر میں وفات پائی“ اسی طرح دوسری قبروں پر بھی اتنی ہی کم عمریں لکھی ہوئی دیکھی، ”سکندر“ کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسی اچھی اور دلفریب آب و ہوا کے باوجود یہاں اتنی کم عمر کے لوگ مر جاتے ہیں، اور اپنے سپاہی کو حکم دیا کہ شہر کی نمایاں شخصیتوں کو بلایا جائے، جب وہ لوگ پہنچے تو اس نے دیکھا کہ سب لوگ بوڑھے اور سن رسیدہ ہیں!!

”سکندر“ کو اور تعجب ہوا اور ان سے اس کا سبب پوچھا، انہوں نے جواب دیا: ”ہمارے یہاں کا طریقہ ہے کہ مرنے والا زندگی کا جو حصہ تحصیل علم اور تزکیہ نفس میں صرف کرتا ہے وہی اسکی عمر کا حقیقی حصہ قرار دے دیا جاتا ہے اور پھر مرنے کے بعد اسی کو قبر پر لکھ دیا جاتا ہے لہذا اگر کسی نے ایک سال تحصیل علم میں بسر کیا ہے تو ہم قبر پر اس کی حقیقی عمر ایک سال لکھ دیتے ہیں! سکندر نے جب یہ سنا تو حیران رہ گیا، اور تعریف کرتے ہوئے اس طریقہ کو بہت

علم انسان کا زیور ہے

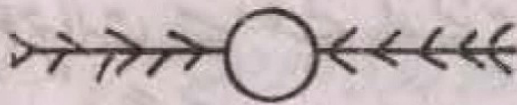
» راغب اصفہانی « اپنی کتاب » الذریعہ « میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک حکیم کا گنذر ایک ایسے جوان کے پاس سے ہوا جو اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا، اس جوان کا گھر تو بڑا خوبصورت — اور طرح طرح کی زینت سے آراستہ تھا، لیکن خود جاہل و نادان اور زیور علم سے محروم تھا، حکیم نے جب اس کے — اس ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھا تو نفرت کرتے ہوئے اس کے منہ پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا، وہ جوان حکیم کی اس نازیبا حرکت پر جھٹلا اٹھا اور مسند صاف کرتے ہوئے کہنے لگا: یہ کیا بد تمیزی ہے؟

حکیم نے جواب دیا: یہ بد تمیزی نہیں ہے کیونکہ تھوک ہمیشہ پست جگہ پر ڈالا جاتا ہے اور میں اس مکان میں تمہارے چہرے سے زیادہ پست جگہ نہیں پاسکا ہوں اس لئے اس پر تھوک دیا ہے۔

حکیم کا مقصد اس جوان کو چہالت سے نکالنے کے لئے تنبیہ کرنا تھا تاکہ وہ خود کو علم سے بھی منزق کرے اور سمجھ لے کہ گھر کی زیب و زینت سے انسان کو فضیلت نہیں ملتی بلکہ زیور علم انسان کی عزت کا باعث بنتا ہے۔

پڑوسی کی شکایت

حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ ایک شخص پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ایک پڑوسی کی شکایت کی کہ وہ مجھے آزار پہنچاتا ہے، حضور نے اُسے صبر کی تلقین دیکر واپس کر دیا، کچھ دن بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا آپ نے اس بار بھی صبر کی تلقین کی اور واپس کر دیا، جب تیسری بار حاضر خدمت ہوا اور اپنے پڑوسی سے تنگ آنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز صبح میں اپنے گھر کا سامان پیٹ کر دروازہ سے باہر رکھ لو اور ہر گزرنے والے کو اپنا حال بتاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا اور جو بھی نماز کے لیے اُدھر سے گزرتا اور اس سے پوچھتا تو وہ اپنا حال سناتا، اس عمل کو تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پڑوسی اس کے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، بھائی خدا کے واسطے تم اپنا سامان گھر میں رکھ لو اب ہر گز میں تمہیں آزار نہ پہنچاؤں گا وہ شخص جب اپنے پڑوسی سے مطمئن ہو گیا تو اُسے معاف کر دیا اور آرام سے رہنے لگا۔



بہو کو تنبیہ

ایک ساس کئی دن سے اپنی بہو کو تنبیہ کرنے کی فکر میں تھی کیونکہ بہو بچے کو دودھ لانے میں اکثر سستی کرتی تھی جس کی وجہ سے ساس پر گراں گزرتا تھا، اللہ اللہ کر کے ایک دن ایسا آ ہی گیا۔ ساس مصلے پر بیٹھی اپنا وظیفہ ادا کر رہی تھی کہ بہو نے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا: تم نے آج پھر ایک کپ توڑ ڈالا؟ ساس نے موقع غنیمت سمجھا اور وظیفہ روک کر کہا: تو کیا ہوا بیٹی ہمارے بیٹی تو مٹی کا برتن استعمال کرتے تھے چینی کا کپ اسے بھی اچھا پس لگتا۔

بہو: — حضور تو چارے نہیں پیتے تھے،
 چھانپنی زبان بے زبانی ہے: بکری کا دودھ تو پیتے تھے مگر یہاں نواتی کا بھی نہیں ملتا!
 جی ہاں بچہ اسی وقت شرارت پر اتر لاپے جب اسکے فطری تقاضے پورے کئے جائیں، بچہ تو پھر بچہ ہے اگر بڑوں کے تقاضے پورے نہ ہوں تو وہ بھی بے قابو ہو جاتے ہیں، ماں باپ خصوصاً وہ ماں باپ جو نو عمری میں اس منزل تک پہنچ جاتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا پورا خیال رکھیں اور اس کی مادی و معنوی ذمہ داریاں سنبھالیں کیونکہ کل بھی بچے اپنے ماں باپ کے نمائندے ہوں گے۔



زمیندار اور اس کا نوکر

ایک زمیندار اپنے نوکر سے بہت زیادہ کام لیتا تھا، ایک دن نوکر نے کہا: حضور آپ مجھے پورے دن کے کاموں کی فہرست بنا دیا کیجئے، تاکہ تمام کام ترتیب سے کرنا چوں، زمیندار نے اس کی درخواست منظور کرنی اور دو چھ دن فہرست بنا کر اس کے حوالے کر دی کہ سب سے پہلے میرا حقہ بھرنا، پھر ستر سمیٹا اس کے بعد ناشتہ لانا پھر گھوڑے پر زین بکھنا اور میرے ساتھ فلاں گاؤں میں چلنا۔۔۔ نوکر نے حکم کی تعمیل کی اور ناشتہ کرانے کے بعد گھوڑا تیار کیا اور زمیندار کے حوالے کر دیا، زمیندار گھوڑے پر سوار ہوا اور نوکر کو اپنے ساتھ لے لیا، اتفاق سے راستے میں گھوڑا بدکا اور زمیندار کا ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا اور دوسرا رکاب میں پھنسا رہ گیا، گھوڑا ڈر کر دوڑا تو زمیندار کا جسم آدھا گھوڑے پر اور آدھا زمین پر گھسٹنے لگا، زمیندار نے نوکر کو مدد کے لئے پکارا، نوکر نے فوراً جیب سے فہرست نکالی اور رگادیکھنے کہ اگر گھوڑا بدک جائے تو مالک کا کیا حکم ہے! جب فہرست میں نہ ملا تو چلا کر کہا: ”خوف ہو مہر تا ہے تو مہر جا فہرست میں تو کہیں نہیں ہے“

اپنے ہی طنز پر معاویہ خاموش

جناب عقیل، حضرت علیؑ کے بھائی تھے، حاضر جوابی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا ایک مرتبہ مصلحت کی خاطر آپ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ ایک روز اس نے اپنے درباریوں کے سامنے جناب عقیل کو شرمندہ کرنے کی غرض سے کہا: تم بنی ہاشم میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اس لئے کئی کئی شادیاں کرتے ہو۔ جناب عقیل نے فوراً جواب دیا: ہاں یہ خواہش ہمارے مردوں میں زیادہ ہوتی ہے تمہاری عورتوں میں!

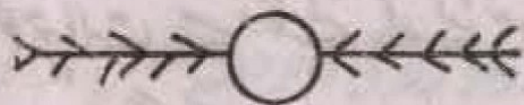
تھوڑی دیر بعد معاویہ نے کہا: تمہارے چچا ابولہب بھی تو ہاشمی تھے وہ دوزخ کے درجہ میں ہونگے؟

جناب عقیل نے کہا: کسی بھی درجہ میں ہوں لیکن تمہاری پھوپھی ”جمالۃ الحطب“ کے پیڑھی ہونگے!

”جمالۃ الحطب“ ابولہب کی بیوی کا نام ہے جو معاویہ کی پھوپھی ہوتی تھی ”سورۃ ثبوت“ میں دونوں کی مذمت میں نازل ہوا ہے، معاویہ جناب عقیل کا جواب سن کر بخلیں جھانکنے لگا، عمرو عاص نے جب یہ دیکھا تو اس کی جینپ اتارنے کی کوشش کی اور فخریہ انداز میں کہا: عقیل تمہیں معلوم ہے کہ شامی لوگ عراقیوں سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں۔“

پڑوسی کی شکایت

حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ ایک شخص پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ایک پڑوسی کی شکایت کی کہ وہ مجھے آزار پہنچاتا ہے، حضور نے اُسے صبر کی تلقین دیکر واپس کر دیا، کچھ دن بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا آپ نے اس بار بھی صبر کی تلقین کی اور واپس کر دیا، جب تیسری بار حاضر خدمت ہوا اور اپنے پڑوسی سے تنگ آنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم جوہ کے روز صبح میں اپنے گھر کا سامان پیٹ کر دروازہ سے باہر رکھ لو اور ہر گزرنے والے کو اپنا حال بتاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا اور جو بھی نماز کے لیے اُدھر سے گزرتا اور اس سے پوچھتا تو وہ اپنا حال سنا دیتا، اس عمل کو تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پڑوسی اس کے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، بھائی خدا کے واسطے تم اپنا سامان گھر میں رکھ لو اب ہر گز میں تمہیں آزار نہ پہنچاؤں گا وہ شخص جب اپنے پڑوسی سے مطمئن ہو گیا تو اُسے معاف کر دیا اور آرام سے رہنے لگا۔



بہو کو تنبیہ

ایک ساس کئی دن سے اپنی بہو کو تنبیہ کرنے کی فکر میں تھی کیونکہ بہو بچے کو دودھ لانے میں اکثر سستی کرتی تھی جس کی وجہ سے ساس پر گراں گزرتا تھا، اللہ اللہ کر کے ایک دن ایسا آہی گیا۔ ساس مصلے پر بیٹھی اپنا وظیفہ ادا کر رہی تھی کہ بہو نے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا: تم نے آج پھر ایک کپ تو ڈالا؟ ساس نے موقع غنیمت سمجھا اور وظیفہ روک کر کہا: تو کیا ہوا بیٹی ہمارے بئی تو مٹی کا برتن استعمال کرتے تھے چینی کا کپ اسے بھی اچھا پس لگتا۔

بہو: — حضور تو چارے نہیں پیتے تھے،
 چھاپنی زبان بے زبانی سے: بکری کا دودھ تو پیتے تھے مگر یہاں تو اتنی کا بھی نہیں ملتا!
 جی ہاں بچہ اسی وقت شرارت پر اتر لاپے جب اسکے فطری تقاضے پورے کئے جائیں، بچہ تو پھر بچہ ہے اگر بڑوں کے تقاضے پورے نہ ہوں تو وہ بھی بے قابو ہو جاتے ہیں، ماں باپ خصوصاً وہ ماں باپ جو نو عمری میں اس منزل تک پہنچ جاتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا پورا خیال رکھیں اور اس کی مادی و معنوی غذا بہم پہنچائیں کیونکہ کل یہی بچے اپنے ماں باپ کے نمائندے ہوں گے۔



زمیندار اور اس کا نوکر

ایک زمیندار اپنے نوکر سے بہت زیادہ کام لیتا تھا، ایک دن نوکر نے کہا: حضور آپ مجھے پورے دن کے کاموں کی فہرست بنا دیا کیجئے، تاکہ تمام کام ترتیب سے کرنا چوں، زمیندار نے اس کی درخواست منظور کرنی اور دو چھ دن فہرست بنا کر اس کے حوالے کر دی کہ سب سے پہلے میرا حقہ بھرنا، پھر ستر سمیٹا اس کے بعد ناشتہ لانا پھر گھوڑے پر زین بکھنا اور میرے ساتھ فلاں گاؤں میں چلنا۔۔۔ نوکر نے حکم کی تعمیل کی اور ناشتہ کرانے کے بعد گھوڑا تیار کیا اور زمیندار کے حوالے کر دیا، زمیندار گھوڑے پر سوار ہوا اور نوکر کو اپنے ساتھ لے لیا، اتفاق سے راستے میں گھوڑا بدکا اور زمیندار کا ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا اور دوسرا رکاب میں پھنسا رہ گیا، گھوڑا ڈر کر دوڑا تو زمیندار کا جسم آدھا گھوڑے پر اور آدھا زمین پر گھسٹنے لگا، زمیندار نے نوکر کو مدد کے لئے پکارا، نوکر نے فوراً جیب سے فہرست نکالی اور رگادیکھنے کہ اگر گھوڑا بدک جائے تو مالک کا کیا حکم ہے! جب فہرست میں نہ ملا تو چلا کر کہا: ”خوف ہو مہرتا ہے تو مہر جا فہرست میں تو کہیں نہیں ہے۔“

اپنے ہی طنز پر معاویہ خاموش

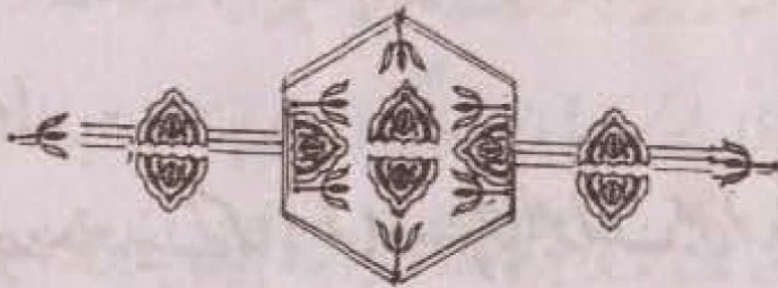
جناب عقیل، حضرت علیؑ کے بھائی تھے، حاضر جوابی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا ایک مرتبہ اس مصلحت کی خاطر آپ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ ایک روز اس نے اپنے درباریوں کے سامنے جناب عقیل کو شرمندہ کرنے کی غرض سے کہا: تم بنی ہاشم میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اس لئے کئی کئی شادیاں کرتے ہو۔ جناب عقیل نے فوراً جواب دیا: ہاں یہ خواہش ہمارے مردوں میں زیادہ ہوتی ہے درمہاری عورتوں میں!

فقوڑی دیر بعد معاویہ نے کہا: تمہارے چچا ابولہب بھی تو ہاشمی تھے وہ دوزخ کے میں درجہ میں ہونگے؟

جناب عقیل نے کہا: کسی بھی درجہ میں ہوں لیکن تمہاری پھوپھی ”جمالۃ الحطب“ کے چچرہا ہونگے!

”جمالۃ الحطب“ ابولہب کی بیوی کا نام ہے جو معاویہ کی پھوپھی ہوتی تھی ”سورۃ ثبوت“ میں دونوں کی مذمت میں نازل ہوا ہے، معاویہ جناب عقیل کا جواب سن کر بخلیں جھانکنے لگا، عمرو عاص نے جب یہ دیکھا تو اس کی جینپ اتارنے کی کوشش کی اور فخریہ انداز میں کہا: عقیل تمہیں معلوم ہے کہ شامی لوگ عراقیوں سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں۔“

جناب عقیل نے جواب دیا: ہاں یہ بات تو صحیح ہے کیونکہ شامیوں کے پاس شرمگاہ
کھولنے والا تیار زیادہ ہوتا ہے۔
عمر و عاص بھی اپنا منہ لے کر بیٹھ گیا کیونکہ جنگ صفین میں جب وہ حضرت علیؑ کے حملہ
کی زد میں آیا تھا تو فوراً شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچائی تھی۔



داروغہ جی کی شہنشی

”بھڑا دھوکا ایک داروغہ ایک روز لوگوں کے مجمع میں اپنی شہنشی بگھار رہا تھا، کہ اب مجھے کوئی دھوکا نہیں دے سکا ہے، اتفاق سے ”بہلول دانا“ بھی وہاں موجود تھے، انھوں نے داروغہ سے کہا: یہ کام تو بڑا آسان ہے لیکن اس وقت مجھے ایک ضروری کام ہے ورنہ ابھی تمہیں بتا دیتا، داروغہ بولا: ٹھیک ہے تم پہلے اپنا کام کر آؤ اس کے بعد دیکھتا ہوں کہ تم کیسے کامیاب ہو سکو گے! جناب بہلول نے کہا: تو پس میرا انتظار کر میں ابھی آیا چاہتا ہوں

جناب بہلول: داروغہ سے یہ کہہ کہ چلے گئے، اور پھر واپس نہ آئے، داروغہ دو گھنٹے انتظار کرتا رہا جب بہلول کی آمد سے بالکل مایوس ہو گیا، تو بڑبڑانے لگا اور بولا: یہ پہلی بار ہے جو اس پاگل نے مجھے اس قسم کا دھوکا دیا ہے اور میرے دو گھنٹے برباد کئے ہیں۔

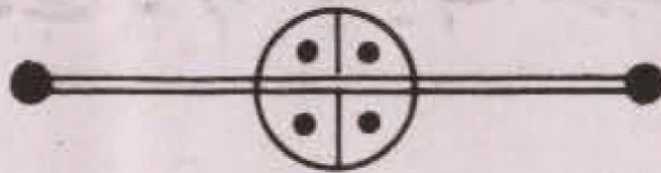


غمرور کا سر نیچا

ایک مغرور آدمی نے کسی نابینا سے پوچھا: سنا ہے کہ خداوند عالم مصلحت کی خاطر جب کوئی نعمت سلب کرتا ہے تو اس کے عوض کوئی دوسری نعمت عطا کرتا ہے، بتاؤ تمہاری بینائی کے عوض اس نے تمہیں کون سی نعمت عطا فرمائی ہے؟

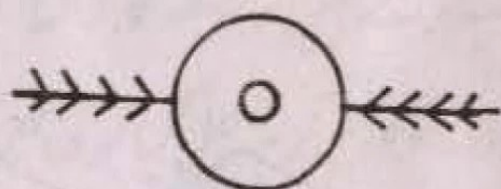
نابینا نے فوراً جواب دیا: بھلا اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں تجھ جیسے مغرور انسان کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا!!

وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا اور سر جھکا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔



مشہرت کا بجکاری

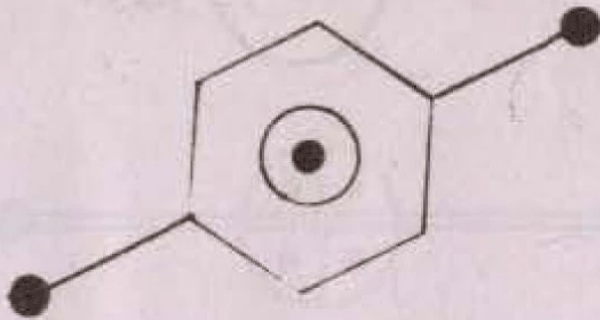
ایک شاعر نے غزل کہی اور مولوی جانی کو سنانے لگے، جب غزل سنا چکے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ اس غزل کو شہر کے دروازے پر لٹکا دوں تاکہ شہرت ملے!
مولوی صاحب: تم بھی جا کر لٹک جاؤ اس طرح اور شہرت ملے گی۔



دڑھی میں تسکا

ایک دن ہارون خلیفہ عباسی کے ایک خادم نے پنیر کھایا تو کچھ اس کی دڑھی میں بھی لگا رہ گیا، بہلول نے جب اس سے پوچھا کہ آج تم نے کیا کھایا ہے تو خادم نے شیخی بگھارتے ہوئے جواب دیا: کبوتر کھایا ہے۔

بہلول: ————— میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے آج کبوتر کھایا
 خادم: ————— وہ کیسے؟
 بہلول: ————— تمہاری دڑھی پر اس کی بیٹ نظر آگئی تھی!



بہلول عاقل ص ۸۸

آہستہ بولو کہیں کتنے نہ سن لیں

ایک دن ”ہارون رشید“ نے جناب بہلول کے لئے اپنے کھانے کا مخصوص رُپر تکلف خوان بھیجا، خلیفہ کے خادم، بہلول کے پاس گئے، اس وقت وہ ایرکھنڈر میں تھے، انھوں نے خوان بہلول کے پاس زمین پر رکھ دیا، کھنڈر کے اطراف میں ست سے کتنے بھی پڑے ہوئے تھے۔ بہلول نے پوچھا: یہ کیا ہے جو تم میرے لئے لائے ہو؟
 دم: خلیفہ نے آپ کے لئے اپنا مخصوص خوان بھیجا ہے۔

بہلول: اس کو کتوں کے آگے رکھ دو مجھے خلیفہ کی مہربانی نہیں چاہیے!
 دم: یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، خلیفہ کا خوان اور کتوں کے سامنے ڈال دیا!
 بہلول: آہستہ بولو ورنہ اگر کتوں کو پتہ چل گیا تو وہ بھی کھانے سے انکار کر دیں گے۔
 قدر اعلیٰ تعلیم تھی بہلول کی کہ دنیاوی لذائذ سے متنفر اور یہ اظہار کہ میں اس کھانے کا حق نہیں ہوں جس میں دوسروں کا حق مخلوط ہو، یہ کھانا تو اس قدر حقیر ہے کہ مجھ جیسا انسان کیا اگر کتوں کے آگے بھی رکھ دیا جائے تو وہ بھی اپنا منہ پھیر لیں۔

بہلول دانا اور ایک چور

ایک دن بہلول نئے جو تے پن کو مسجد میں نماز پڑھنے آئے ، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ان کے جوتوں پر نظر جمائے ہوئے ہے ، بہلول سمجھ گئے ، اور جوتوں سمیت نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ، چور نے جب یہ دیکھا تو بہلول سے کہا : جوتوں سمیت عجماز نہیں ہوتی ۔
 بہلول نے کہا : ٹھیک ہے مگر جوتے تو بھوتے ہیں ۔



عیب دار ترازو

ظریفوں کی ایک جماعت نے جو بہلول کے شیعہ ہونے سے واقف تھی، مزاح کے طور پر کہا: حدیث میں وارد ہے کہ جب ترازو کے ایک پلہ میں ابو بکر اور عمر کا ایمان اور دوسرے میں تمام امت اسلام کا ایمان ٹولا گیا تو ابو بکر اور عمر کا ایمان بھاری نکلا۔

بہلول نے فوراً کہا: ہاں یہ حدیث تو صحیح ہے، مگر اس کا آخری فقرہ یہ بھی ہے کہ اس ترازو میں بڑا عیب تھا اور کچھ تولنے والے نے ڈنڈی مار دی تھی۔



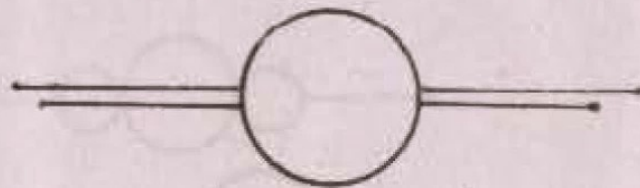
خلفہ کی قیمت

ایک دن ہارون رشید بہلول کے ساتھ حمام گیا، وہاں پہنچ کر اس نے مزاحیہ انداز میں پوچھا: بہلول! اگر میں غلام ہوتا تو میری کیا قیمت ہوتی؟

بہلول: ————— پچاس دینار!

ہارون: ————— (غصہ میں) تم دیوانے ہو پچاس دینار تو میری لنگی کی قیمت ہے!

بہلول: ————— میں لنگی کا ہی حساب بتایا ہے!



چور سے ہوشیار

کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں جب گھروں میں روشنی کیلئے موم یا چربی جلانے کا رواج تھا تو ایک رات کسی شخص کے گھر میں ایک چور گھس آیا اور کمرے میں داخل ہو کر چیزیں سٹینے لگا، گھر کے مالک نے آہٹ سنی تو اسے چور کی موجودگی کا احساس ہوا، وہ بستر سے اٹھا اور چراغ جلانے لگا، چور کو جب معلوم ہوا کہ مالک بیدار ہو گیا ہے تو وہ سر ہانے کھڑا ہو گیا اور جب اس نے چراغ کو دیا سلائی دکھائی تو آہستہ سے پھونک مار کر بجھا دیا، مالک نے جب دوبارہ جلانا چاہا تو چور نے اپنی انگلی لعاب دہن سے تر کر کے اس سے چراغ کی بجلی کو گھیل کر دیا۔

نادان صاحبِ خانہ سمجھ نہ سکا کہ کوئی موجود بھی ہے جو یہ حرکت کر رہا ہے وہ یہی سمجھتا رہا کہ ہوا کے جھونکے سے چراغ گل ہو جاتا ہے، آخر کار جب چراغ روشن نہ ہوا اور سپروں کی آہٹ بھی سنائی نہ دی تو مطمئن ہو کر سو گیا اور چور اپنا کام کر کے نو دو گیارہ ہو گیا۔ یقین کیجئے کہ شیطان کی مثال بالکل اس چور جیسی ہے جو اپنے مختلف حیلوں اور فریبوں سے نادان لوگوں کو اپنے دام میں پھنسا لیتا ہے اور ان کے پاکیزہ دل چر کر فرار ہو جاتا ہے ہذا شیطان کے مکر و فریب سے ہر وقت ہوشیار رہیں اور کسی نتیجے تک پہنچنے کا موقع دیں۔

شیطان پانی میں

ایک دکانی بد اخلاق آدمی نے بہلول سے کہا: ”میری خواہش ہے کہ میں شیطان کو دیکھوں۔“
بہلول نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا: ”صاف پانی میں دیکھو شیطان نظر آ جائیگا۔“

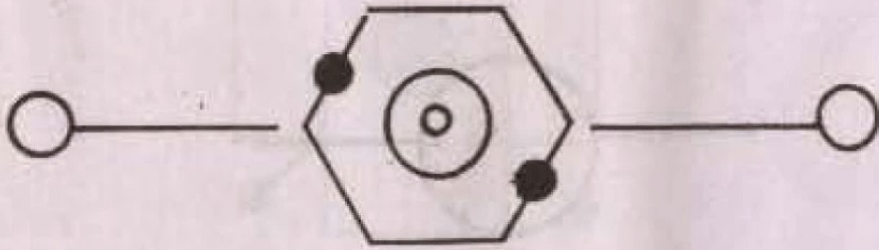


کون زیادہ بُرا ہے

حضرت علی علیہ السلام نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ بخیل شخص ظالم کی نسبت قابلِ رحم

ہے۔

اُپ نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو، کیونکہ ظالم کے لئے ممکن ہے کہ وہ توبہ و استغفار اور اپنے مظلوم و زیادتیوں کی تلافی کر گزرے، لیکن بخیل جب بخل کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ زکوٰۃ دیگا اور صدقہ شہد رحم کرے گا اور نہ مہمان کی خاطر و مدارت نہ راہِ خدا میں خرچ کرے گا اور نہ نیک کاموں پر ہذا بخیل جنت میں نہیں جاسکتا۔



رمضان کیسے گیا

ایک عبادت گزار نے کسی مجلس میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا :

”پتہ نہیں ماہِ رمضان اہم لوگوں سے راضی ہو کر گیا یا نہیں ؟“

ایک مردِ ظریف نے جواب دیا : ”جی ہاں ماہِ رمضان ہم لوگوں سے راضی ہو کر گیا ہے۔“

عبادت گزار نے پوچھا :

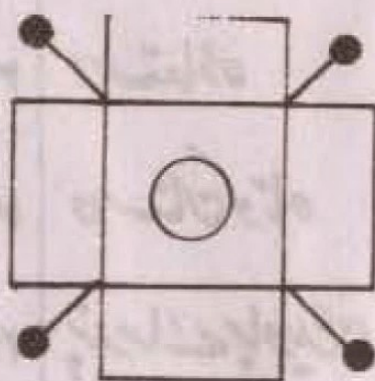
”تمہیں کیسے معلوم ہوا ؟“

اس نے جواب دیا : ”اگر ناراض ہو کر جانا تو اگلے سال نہ آتا۔“



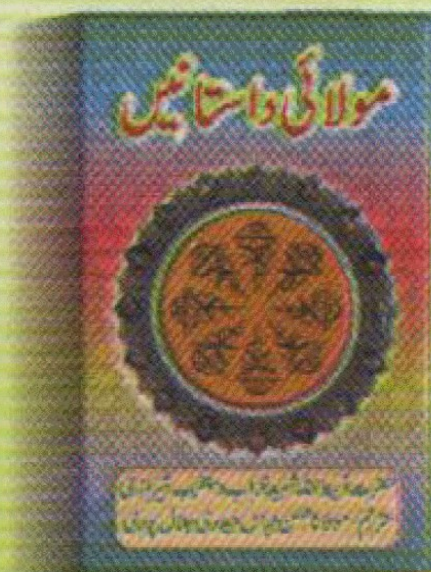
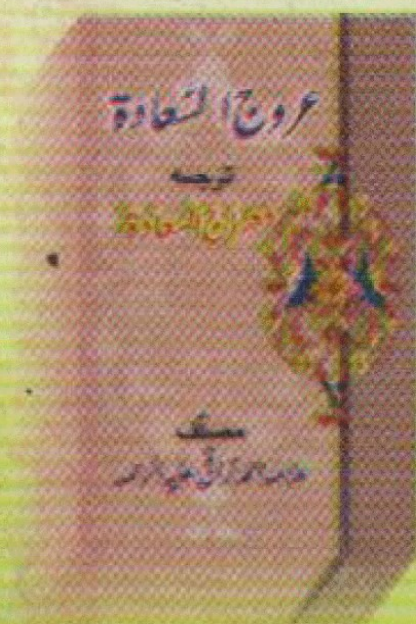
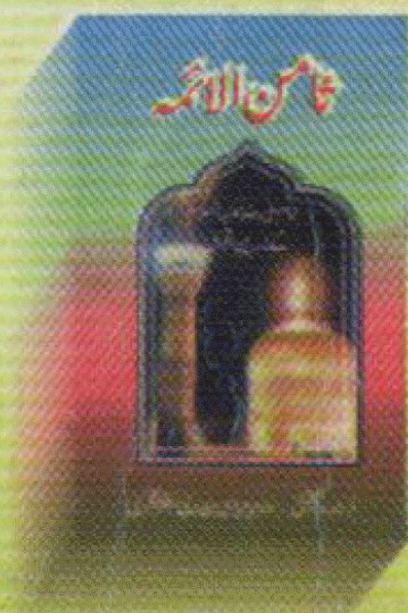
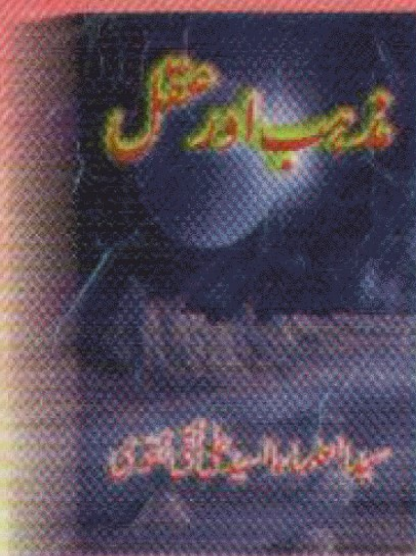
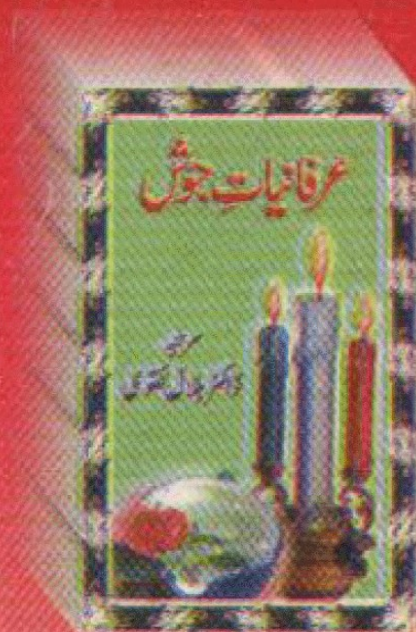
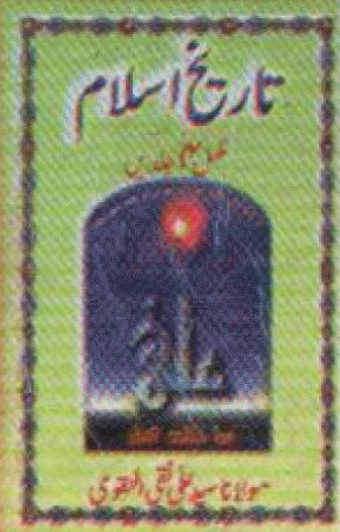
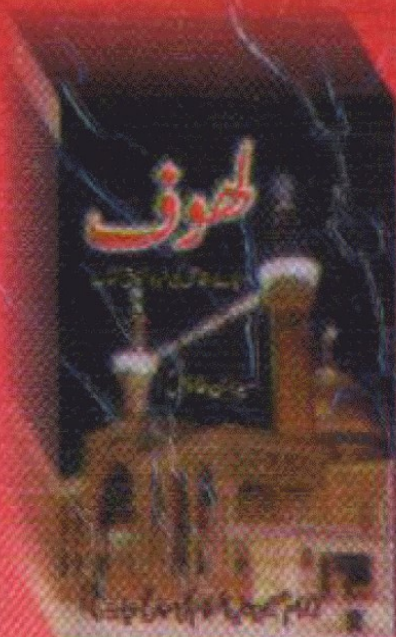
مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ

ایک عالم دین نے نماز سے پہلے بطور وعظ فرمایا اگر پیشانی اور ناک سجدہ گاہ پر آجائیں تو یہ مستحب ہے، ایک بزرگ ناک کو ناف سمجھے اور جب سجدے میں گئے تو بڑی جدوجہد کی کہ نہ ناک اور پیشانی ایک ہی سجدہ گاہ پر آجائے کبھی اگے بڑھتے تھے کبھی پیچھے ہٹتے تھے مگر یہ منزل سر نہ ہوتی تھی آخر عاجز آکر مولانا صاحب سے فرمانے لگے: اللہ رسول کا حکم سر آنکھوں پر مگر یہ کام فرشتے ہی کر سکتے ہیں انسان نہیں کر سکتا۔



منابع کتاب

۱	ترجمہ قرآن فہمائی	۱۳	کرامات صالحین	۲۵	داستانہا و پندھا
۲	فروع کافی جلد ۸	۱۴	حلیۃ المتقین	۲۶	داستانہائے شگفت
۳	مناقب شہر آشوب	۱۵	چودہ ستارے	۲۷	عرفان امامت
۴	بحار الانوار	۱۶	کشکول شیخ بہائی	۲۸	نعیم الابرار
۵	سفینۃ البحار	۱۷	تہذیب الاسلام	۲۹	عظیم خواتین
۶	احقاق الحق جلد ۱۲	۱۸	معراج السعاده	۳۰	حضرت عباسؓ کے معجزے
۷	حیات القلوب	۱۹	منازل الاخرہ	۳۱	رسالہ راہ اسلام
۸	ارشاد شیخ مفید	۲۰	انوار نعمانیہ	۳۲	بہشت
۹	مجالس	۲۱	استعاذہ	۳۳	بہلول دانا
۱۰	سیرت علیؑ	۲۲	داستان کوتاہ	۳۴	عادل
۱۱	سیرت امیر المومنینؑ	۲۳	پندھاے جاویدان	۳۵	گلدستہ نقل
۱۲	قضایاے امیر المومنینؑ	۲۴	داستان راستان	۳۶	کشکول نمونہ



ABBAS BOOK AGENCY

Rustam Nagar, Dargah Hazrat Abbas, Lucknow-3

Ph.: 2647590, 2001816 Fax: 2647910